43

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

29 جمادی الاولیٰ تا 6 جمادی الثانی 1448ھ/ 10 تا 16 نومبر 2026ء

انسانی مشقت اور اُس کے نتائج!

آخر انسانی مشقت اور جدوجہد کی نوعیت کیا ہے؟ ایک شخص اس لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے کہ اُسے زندہ رہنے کے لیے ایک لقمہ اور پہننے کے لیے کپڑے کا ایک ٹکڑا میسر ہو۔ دوسرا شخص اس لیے جدوجہد کرتا ہے کہ ایک ہزار کے دو ہزار اور 10 ہزار بنائے! ایک اور شخص اقتدار و فرماں روائی یا جاہ و منصب کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ ایک اور شخص ہے جو اپنی خواہشاتِ نفس کی تسکین کے لیے مشقتیں جھیلتا ہے۔ ایک اور شخص ہے جس کی ساری جدوجہد راہِ خدا میں ہوتی ہے، جو اپنے عقیدے اور اپنی دعوت کے لیے زحمت و مشقت برداشت کرتا ہے۔ ایک شخص دوزخ کی طرف چلتے ہوئے مشقتیں جھیلتا ہے۔ دوسرا جنت کی راہ میں سعی و جہد کرتا ہے۔ ہر کوئی اپنا بوجھ اُٹھاتا اور محنت و مشقت کے ساتھ اپنا راستہ طے کرتا ہوا اپنے رب سے جا ملتا ہے۔ وہاں بدبختوں اور نافرمانوں کے لیے شدید ترین مصائب ہیں اور نیک بختوں اور فرماں برداروں کے لیے عظیم ترین راحت!

زحمت و مشقت دنیوی زندگی کی طبیعت و فطرت ہے۔ البتہ اس کی شکلیں اور اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن انجام کار زحمت و مشقت ہی ہے۔ سب سے زیادہ خسارے میں وہ شخص ہے جو حیاتِ دنیا میں زحمتیں اور مشقتیں جھیلتا ہے اور اس کے نتیجے میں آخرت میں ان سے زیادہ تلخ اور شدید مصائب و شدائد سے دوچار ہوتا ہے اور کامیاب ترین انسان وہ ہے جو اپنے رب کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے تاکہ جب اُس کے پاس پہنچے تو وہ زندگی کی مشقتوں سے محفوظ ہو جائے اور اللہ کی جنت میں عظیم ترین راحت سے ہم کنار ہو۔

فی ظلال القرآن
سید قطب شہید رحمہ اللہ

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اس شمارے میں

یومِ اقبال!

تربیت و کردار پر عقیدۂ توحید اور آخرت کے اثرات

انقلابی عمل کے لوازم و مراحل (2)

امیر تنظیم اسلامی کا رفیقاتِ تنظیم اسلامی سے خصوصی خطاب

زمانہ گواہ ہے
(خصوصی پروگرام)

کچھ کام نہیں بنتا ہے جرأت رندانہ



اللہ تعالیٰ ہی ہر چھپی اور ظاہر چیز کا خالق ہے

سُوْرَۃُ السَّجْدَہ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیت: 6 تا 8

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝٨

آیت: ۶ ﴿ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦﴾ ”وہ جاننے والا ہے ہر چھپی اور ظاہری چیز کا‘ وہ بہت زبردست ہے‘ نہایت رحم فرمانے والا۔“

آیت: ۷ ﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ﴾ ”جس نے جو شے بھی بنائی بہت خوبصورت انداز میں بنائی“

اُس نے جو چیز بھی بنائی ہے بہت عمدہ بنائی ہے۔ اس کی تخلیق میں کہیں کوئی نقص یا کوتاہی نہیں ہے۔

﴿وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝٧﴾ ”اور اُس نے آغاز کیا انسان کی تخلیق کا گارے سے۔“

اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی مراد ہے‘ جس کے مختلف مراحل کا ذکر قرآن حکیم میں متعدد بار ہوا ہے اور ہر انسان کی تخلیق بھی‘ کیونکہ انسان کی تخلیق جس مادے سے ہوتی ہے وہ بنیادی طور پر زمینی اجزا سے حاصل شدہ غذا سے ہی بنتا ہے۔ اس بارے میں تفصیلی گفتگو سورۃ المؤمنون کی آیت 12 کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

آیت: ۸ ﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝٨﴾ ”پھر اُس کی نسل چلائی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے۔“

یعنی پہلے مرحلے میں مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی‘ جبکہ دوسرے مرحلے میں نوعِ انسانی کے تناسل (reproduction) کا عمل اس طریقے سے ممکن بنایا۔



درس حدیث

قومی عزت و آبرو کا انحصار

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((اِذَا کَانَ اُمَرَاءُکُمْ خِیَارَکُمْ وَ اَغْنِیَاءُکُمْ سُمَحَاءَکُمْ وَاُمُوْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَھْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِھَا وَاِذَا کَانَ اُمَرَاءُکُمْ شِرَارَکُمْ وَ اَغْنِیَاءُکُمْ بُخَلَاءَکُمْ وَاُمُوْرُکُمْ اِلٰی نِسَائِکُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَھْرِھَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”جب نیک اور لائق اشخاص تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے مال دار لوگ محسن اور فیاض ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات باہم صلاح و مشورے سے طے ہوا کریں تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے اوپر حکومت کرنے لگیں اور تمہارے مال دار کنجوس اور بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اُس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا۔“

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
29 جمادی الاولیٰ تا 6 جمادی الثانی 1448ھ جلد 35
10 تا 16 نومبر 2026ء شمارہ 43
مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: • فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری • وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوک لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ..... 1,200 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یومِ اقبال!

یوم اقبال گزشتہ کم از کم تین دہائیوں سے جس طرح سے منایا جا رہا ہے، اُسے دیکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ اب یہ محض ایک رسم ہی رہ گئی ہے اور اس کا علامہ اقبال کے نظریات، افکار اور وجود کو چیر دینے والی نگاہِ تیز سے دور دور تک کا بھی کوئی تعلق نہیں تو ہرگز غلط نہ ہوگا۔ کیا یہ کسی المیہ سے کم ہے کہ آج چھوٹے بڑے تقریباً تمام کو علامہ اقبال کے حوالے سے اس بات سے زیادہ علم ہی نہیں دیا گیا کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے پاکستان کا خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب یا خیال اُنہیں کیوں آیا یا کن حالات میں آیا، ان سوالات کے جواب جاننا تمام کے لیے ہی غیر ضروری قرار پا چکا ہے۔ الا ماشاء اللہ! کچھ لوگ اس معاملے کا ملبہ ''Gen-Z'' پر ڈال کر ہاتھ جھاڑ لیتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سوشل میڈیا، اے آئی، شارٹس، ریلیز اور ٹک ٹاک کے اس دور نے ساٹھ سالہ 'جوانوں' کو بھی ''Gen-Z'' ہی بنا دیا ہے! آج اس سبق کو ہر سطح پر دہرانے کی اشد ضرورت ہے کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا ہم پر احسان صرف پاکستان کا تصور و خیال پیش کرنا ہی نہیں تھا بلکہ اُن کی علمی قابلیت اور اُمّتِ مُسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے حوالے سے ان کی دروں بینی دنیا بھر میں مسلمہ تھی۔ اسی وجہ سے اُنہیں آل انڈیا مسلم لیگ کا سربراہ منتخب کیا گیا تھا۔ اُس وقت برصغیر میں مہاسبھائی ذہنیت کے سبب مسلمانوں کی ترقی کا کوئی راستہ موجود نہ تھا اور وہ بے چارگی و مجبوری کے عالم میں ہندوؤں اور انگریزوں کی کاسہ لیسی پر مجبور تھے۔

انگریزوں کے تصورِ جمہوریت کے تحت ہندو اکثریت کی موجودگی میں مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محکوم و مقہور بننے پر مجبور تھے۔ بقول اقبال اس تصورِ حکومت میں ''بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے''۔ یہ تصور اُس خطہ میں تو کسی درجہ میں مفید ثابت ہو سکتا ہے جہاں ایک ہی عقیدہ و قوم اور ثقافت کے لوگ آباد ہوں مگر ایسا خطہ جہاں مختلف اقوام آباد ہوں، یہ تصور اکثریت کو اقلیت پر حکمرانی کا کھلا موقع دیتا ہے۔ مغربی جمہوری نظام میں 'اکثریت' کا خود کتنا عمل دخل ہوتا ہے، ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر کلام کرنا اس وقت مقصود نہیں۔ Bottom Line پر اکتفاء کرتے ہیں کہ اصل حکمرانی اشرافیہ کی ہی رہتی ہے۔ ان حالات میں علامہ اقبال نے بیداریٔ ملت کا کام شروع کیا۔ بے شک اقبال بھی اُن اکابرین میں سے تھے جو پہلے متحدہ جدوجہد کے قائل تھے اور ان کا یہ ترانہ زبان زدِ خاص و عام تھا ع ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا''۔ پھر حالات و واقعات نے جلد ہی اُن پر ہندو ذہنیت واضح کر دی اور وہ ہندو مسلم اتحاد کو ناممکن قرار دینے لگے۔ کانگریس کے متحدہ قومیت کے مقابل مسلم قومیت کا تصور پیش کر کے ایک الگ مملکت کے داعی بن گئے۔

علامہ اقبال نے مسلمانوں کے جداگانہ قوم ہونے کا تصور عام کیا اور کہا ع ''خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ''۔ علامہ کا کہنا تھا کہ ہم محض مذہب کی بنیاد پر الگ قوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ہمارا موقف ہے کہ اسلام ایک جاندار اور آفاقی دین ہے اور دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت اور اسلام پر یقین نہ رکھنے والوں سے الگ قوم ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے ہاں جو چیز حلال خوراک ہے، وہ ہندوؤں کے ہاں مقدس اور ناقابلِ تقسیم گاؤ ماتا ہے۔ دونوں اقوام کے تہذیب و تمدن الگ الگ ہیں۔

اس پیغام کو عام کرنے کے لیے اُنہوں نے صرف شاعری کا ہی سہارا نہیں لیا بلکہ ہندوستان کے طول وعرض میں گئے اور خطابات کیے۔ خط لکھے اور مسلم لیگ کی تنظیم نو میں بھرپور کردار ادا کیا۔ دسمبر 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخی سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں وہ 'خواب' پیش کیا جو بعد میں پاکستان کے قیام کی صورت میں پورا ہوا۔ فرمایا: ''میں پنجاب، سرحدی صوبہ، سندھ، بلوچستان کو ضم کر کے ایک الگ مملکت کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ مذکورہ ریاست مسلمانوں کی آخری منزل ہے''۔ اسے تقدیرِ مبرم قرار دیتے ہوئے گویا اُنہوں نے بڑی وضاحت سے ہندوستان کے حالات، مسلمانوں کی مشکلات اور ان کے مستقبل کے تناظر میں مسلمانانِ ہند کی نشانِ منزل کا تعین کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کا تصور پیش کیا۔ علامہ اقبال نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا درحقیقت وہ جدید دور کی ایک اسلامی ریاست تھی جس کے لیے رول ماڈل مدینہ کی اسلامی ریاست قرار پائی۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ریاست میں شریعتِ اسلامی کی بالادستی قائم ہو جائے۔

پاکستان کے قیام کے بعد بہت سی پارٹیوں نے اپنے منشور کی پہلی شقوں میں اسلامی شریعت وقانون کی بالادستی کو شامل کر دیا مگر بعد میں وہ اپنے منشور سے پھر گئیں اور شریعت کے نفاذ کے لیے پیش رفت پس پشت چلی گئی۔ اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل بھی قائم کی گئی جس نے سفارشات تو مرتب کیں لیکن اسمبلی کے سرد خانوں کی نظر ہو گئیں۔ آج ہر پاکستانی شاید اس بات پر تو نازاں ہے کہ پاکستان کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا اور قائداعظم نے اس کی تعبیر کی مگر وہ اس بات پر پریشان بھی ہے کہ یہ وہ پاکستان تو نہیں ہے جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ پھر یہ کہ ملک کا سیکولر، لبرل طبقہ تو آج نظر آنے والی خرابیوں کی ذمہ داری اقبال اور قائد پر ڈالتا ہے ہی، افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے بعض مذہبی طبقات بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بحیثیتِ قوم ہم علامہ اقبال کے نظریات کو پسِ پشت ڈال کر ایک ایسی ڈگر پر گامزن ہو گئے ہیں کہ جو ہر آنے والے دن ہمیں منزل سے دور لے جا رہی ہے۔ اقبال نے تو کہا تھا ع ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''، لیکن ہم نے دین اور سیاست کو جدا جدا کر کے مغرب کی منشاء کے عین مطابق مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے کے لیے حرام قرار دے دیا۔ اقبال نے تو کہا تھا ع ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے''، مگر بلا مبالغہ دنیا بھر کے مسلمان حکمران اس وقت حرم کے سوا ہر چیز کی ہی پاسبانی کے لیے ایک پیج پر نظر آتے ہیں۔ اگر کسی درجہ میں کسی مسلم حکمران کے دل میں 'اسلام' کا درد ہے بھی تو اپنے مسلک، اپنی تہذیب اور سب سے بڑھ کر اپنی قومی ریاست تک ہی محدود ہے۔

قبلۂ اول آج یہودیوں کے قبضہ میں جا چکا ہے، مسجد اقصیٰ کو (معاذ اللہ!) شہید کرنے کے لیے اُس کے نیچے سرنگیں تو کئی سال پہلے ہی کھودی جا چکی تھیں۔ مکار اور درندہ صفت صیہونی غزہ پر مسلسل ظلم ڈھا رہے ہیں۔ نتن یاہو گریٹر اسرائیل کو اپنا 'تاریخی' اور 'روحانی' مشن قرار دیتا ہے۔ دنیا کو نتن یاہو اور گاڈی آیزنکوٹ کے الیکشن اور اُس کے نتائج، پھر ٹرمپ کی امریکی مڈٹرم الیکشنز میں شکست اور 'تبدیلی' کے پُرفریب نعروں کے پیچھے ایک بار پھر لگا دیا گیا ہے۔ بعض نادان دوست تو امریکی مڈٹرم انتخابات میں مسلمان امیدواروں کی کامیابی کا جشن منا رہے ہیں۔ وہ اسرائیلی انتخابات میں عرب بلاک کی 18 سیٹیں جیتنے اور امریکی انتخابات میں مسلمان امیدواروں کی کامیابی پر ایسے خوش ہیں جیسے دنیا میں خلافت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا ہو۔ کیا ہم تاریخ کا یہ سبق بھی یاد رکھنے کو تیار نہیں کہ چند سیٹیں جیتنے یا چہرہ بدلنے سے نظام نہیں بدلا کرتا۔ ان معاملات پر ہمارے نزدیک اس سے زیادہ تبصرہ لاحاصل ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ نتن یاہو، ٹرمپ ہوں یا اُن کے مخالف امیدواران اور پارٹیاں اپنے ہدف کے لحاظ سے سب ہم مقصد ہیں۔ اصل 'Same Page' تو اُن کا ہے۔

مملکتِ خداداد پاکستان کے حکمرانوں کی بات کریں تو اُن کی سوچ اس سے آگے کی ہے ہی نہیں کہ بائیرڈ نظام کیسے چلتا رہے گا۔ کون سا ماڈل کرپشن کرنے کے لیے سب سے بہتر رہے گا۔ یا پھر یہ ہے کہ امریکہ کو کیسے خوش کریں۔ چین کیسے راضی رہے گا، بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لیے عوام پر نئے ٹیکس کس طرح سے لگائے جائیں اور آئی ایم ایف سے نئے سودی قرضے کیسے حاصل کیے جائیں۔ اقبال نے تو کہا تھا کہ اسلام، ریاست اور فرد دونوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مگر ہمارے حکمرانوں نے تو اجتماعی مسائل پر بات کرنے یا سوچنے کی عوامی صلاحیت ہی سلب کر لی ہے۔

یورپ کا یہ حال ہے کہ سیکولرازم کی راہ پر گامزن 'ترقی یافتہ' ممالک کو بھی ہنگاموں، لوٹ مار، بڑی بڑی احتجاجی ریلیوں نے گھیر رکھا ہے۔ تمام یورپی ممالک 'مردِ بیمار' بن گئے ہیں۔ دوسری طرف اسرائیل اور اُس کی شہ پر امریکہ ایران پر حملہ آور ہے اور ایران اور اُس کی پراکسی حوثی، عرب ممالک پر حملہ آور ہیں۔ وہی عرب ممالک جو دل وجان سے امریکہ ومغرب کے اسیر ہیں اور اپنی سرزمین کو امریکی اڈوں کے لیے کھول رکھا ہے۔ کیا 'اُمت پناہ' کا طرزِ عمل ایسا ہوتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اُمتِ مُسلمہ تو آج ہمیں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل رہی، البتہ قومیتیں بے شمار ہیں۔

قصۂ کوتاہ 9 نومبر کو پھر 'یومِ اقبال' تو منایا گیا لیکن اقبال کا اصل پیغام ہنوز شرمندۂ تعبیر ہے۔ ان حالات میں کہ دشمن سر پر آن پہنچا ہے، ضروری ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کا ہر فرد اپنی اصل ذمہ داریوں کو محسوس کر کے ان کو ادا کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو جائے۔ یہ اب ناگزیر ہو چکا ہے کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ایٹمی پاکستان کے سانچے میں ڈھالیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دجالی تہذیب کے دھوکے سے باہر نکلیں اور اپنی ماضی کی کمزوریوں، کمیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کرتے ہوئے پاکستان کو صحیح معنوں میں فکرِ اقبال کے مطابق ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے تن من دھن لگا دیں۔

تربیت ِکردار پر عقیدۂ توحید اور آخرت کے اثرات



(سورۃ البقرہ کی آیت 284 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ؒ کے 30 اکتوبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتبہ: ابو ابراھیم

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیاتِ قرآنی کے بعد!

آج ہم ان شاء اللہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 284 کا مطالعہ کریں گے۔ سورۃ البقرہ قرآن مجید کی طویل ترین سورۃ ہے اور اس میں بہت سے اہم اسباق اور حکمت کے مضامین ہیں، اسی وجہ سے حدیث مبارکہ میں اس سورۃ کو قرآن مجید کی ''ذروۃ سنام'' یعنی چوٹی کہا گیا ہے۔ یہ اس قدر اہم سورت ہے کہ حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سورۃ کے مفاہیم کو سمجھنے میں 12 برس لگے۔ حالانکہ حضرت عمر ؓ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ؓ ہوتے (لیکن آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو حدیث میں امام مانا جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے سورۃ البقرہ کے مفاہیم کو سمجھنے میں 8 برس لگے، تب بھی کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کہ سب کچھ سمجھ لیا۔ اگر سیدنا عمر ؓ کو اس سورت کے مفاہیم کو سمجھنے میں 8 برس لگے اور سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ کو 12 برس لگے تو ہم اپنے بارے میں سوچ لیں، ہمارا شوق اور ذوق قرآن پاک کے مطالعے کا کس قدر ہے، اللہ ہمیں قرآن پاک سے صحیح محبت عطا فرمائے۔

آسمانوں اور زمین پر اللہ کی کل ملکیت اور عظمتِ الٰہی

سورۃ البقرہ کی آیت 284 میں ارشاد ہوا:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ﴾ ''اللہ ہی کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے۔''

قرآن کریم میں آسمانوں اور زمین کا ذکر عموماً پوری کائنات کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے یہ پوری کائنات جو کہ ابھی (explore) بھی پوری طرح نہیں ہو سکی، آج تک کی سائنس ہمیں بگ بینگ بتا رہی ہے، ایکسپینڈنگ یونیورس کا تصور دے رہی ہے، بلیک ہولز کا تصور دے رہی ہے، کروڑوں گلیکسیز کا تصور دے رہی ہے، ایک گلیکسی سے دوسری گلیکسی کے فاصلے بعض اوقات اربوں نوری سال بتا رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک کائنات کا انتہائی محدود حصہ سائنس ایکسپلور کر سکی ہے۔ یہ محدود حصہ بھی انسان کو حیران کر دیتا ہے۔ ہماری زمین کی حیثیت اس محدود حصہ کے لحاظ سے بھی ایک نکتے سے زیادہ نہیں ہے جہاں 8 ارب کے قریب انسان بستے ہیں اور اس قدر (بظاہر) حقیر حیثیت کے باوجود لوگ کیسے کیسے دعوے کرتے ہیں، کبھی خدائی کے دعوے کرتے ہیں اور کبھی اس عظیم کائنات کے خالق سے بغاوت اور سرکشی کا اعلان کرتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیمت اور شان بیان ہو رہی ہے۔ اسی عظیم رب کے سامنے روز قیامت ہم سب اپنا اپنا حساب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اس عظیم رب کو سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے تاہم اس کا کچھ تعارف اس کی صفات کے ذریعے ہمیں ملتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ﴾ (الشوریٰ: 11) ''اس کی مثال کی سی بھی کوئی شے نہیں۔''

اللہ کی ذات تو بہت بڑی ہے، ہم اس کی مثال بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہمارا علم اور مشاہدہ بہت محدود اور کم ہے، ہم صرف اسی چیز کی مثال دے سکتے ہیں جو ہمارے مشاہدے میں آتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس قدر بلند ہے کہ ہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسی لیے ہمارا عقیدہ یہ ہے جس کو ہم ایمان مجمل کہتے ہیں:

(اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهٖ إِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ)

''میں اللہ پر ایمان لایا جیسے کہ وہ ہے، اپنی ذات اور صفات کے ساتھ۔ اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے، زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔''

بہرحال اللہ کی ذات کو تو ہم سمجھ نہیں سکتے، البتہ اللہ کی صفات سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا کچھ ادراک ہوتا ہے۔

وجود اور عمل پر اللہ کی کل ملکیت واختیار

آسمانوں اور زمینوں یعنی پوری کائنات میں جو کچھ بھی ہے اُس پر مطلق اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ماضی میں ملحدین کا سوال ہوتا تھا:

''کیا کوئی خدا ہے؟ کیا کوئی خالق ہے؟''

اب بڑے بڑے جوابات آ گئے اور الحاد کے بڑے بڑے ستون بھی گر گئے۔ اب یہ تسلیم کیا جا رہا ہے:

''ہاں ایک خدا ہے۔ ہاں ایک خالق ہے۔''

اس کائنات کا یہ پرفیکٹ ڈیزائن مذاق نہیں ہے، تکا نہیں لگا۔ اس کائنات کے اس پرفیکٹ ڈیزائن کے پیچھے بہت بڑی ذات ہے، ملحد بھی اسے ماسٹر مائنڈ کہتے ہیں، ہم اس کو خدا، رب ذوالجلال والاکرام کہتے ہیں۔ وہی اس پوری کائنات کو بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا ہے۔ انسان کا ایک ادنیٰ سا وجود کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کیا ہم اپنے بالوں کو سفید ہونے سے روک سکتے ہیں؟ اپنے چہرے پر آنے والی جھریوں کو روک سکتے ہیں؟ آنکھوں کو

سننے اور کانوں کو دیکھنے پر مجبور کر سکتے ہیں؟ لہٰذا انسانی وجود پر بھی اصل اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔ تھوڑا سا اختیار امتحان کے لیے اللہ نے انسان کو دے رکھا ہے:

﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳﴾ (الدھر)

''اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے چاہے ناشکرا ہو کر۔''

اور اس بل بوتے پر انسان کبھی خدائی کا دعویٰ کرنے لگ جاتا ہے۔ معاذ اللہ! حالانکہ انسان کو اپنی رنگت پر اختیار نہیں ہے، عمر پر اختیار نہیں ہے، اللہ جب چاہے اسے موت دے سکتا ہے لہٰذا بندے کو پھر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنی چاہیے، اللہ کا فرمانبردار بن کر زندگی گزارنی چاہیے۔ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶﴾ (البروج) ''وہ جو ارادہ کرلے کر گزرنے والا ہے۔''

سورۃ الانبیاء میں ہے: ﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ ''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس سے جوابدہی نہیں ہو سکتی۔''

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝۲۳﴾ ''اور ان سب کی جوابدہی ہوگی۔''

بہرحال اسی انداز میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق، مالک اور بادشاہ ہے۔ اللہ کے لیے بندوں کے حالات کا علم رکھنا، بندوں کے ظاہر اور باطن کو جاننا، بندوں کے باطن میں اُٹھنے والے وسوسوں کو جاننا کوئی مشکل نہیں ہے۔ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝۱۶﴾ (ق) ''اور ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم خوب جانتے ہیں جو اُس کا نفس وسوسے ڈالتا ہے۔ اور ہم تو اُس سے اُس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

انسان کا عجز اور ''میرا جسم میری مرضی'' کا ابطال

اللہ کی اس کائنات پر بندہ غور کرے تو وہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ صرف سورج کو دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ پوری کائنات کا عالم کیا ہوگا۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝۴۷﴾ (الذاریات) ''اور آسمان کو ہم نے بنایا اپنے ہاتھوں سے اور ہم (اس کو) توسیع دینے والے ہیں۔''

یہ اللہ کی عظمتوں کا بیان اس لیے ہے تاکہ اس کی عظمت کے ہم قائل ہوں، اس عظیم الشان کائنات کو بندہ دیکھ کر اپنی اوقات پہچانے، اپنی بے بسی اور محتاجی کا بھی احساس ہو اور اللہ کے سامنے عاجزی و فرمانبرداری اختیار کرے۔ انسان اپنے جسم، اپنی روح، اپنے افکار و نظریات کا مختار نہیں۔ یہاں انسان سے مطالبہ یہ ہے کہ مالک تم نہیں ہو، مالک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، مالک کی مرضی چلے گی، تمہاری نہیں چلے گی۔ تم اگر (employer) ہو تو (employer) سے منواتے ہو، تم حکمران ہو تو اپنی رعایا سے منواتے ہو، جو اس پوری کائنات کا حکمران اور مالک ہے، کیا اس کی مرضی نہیں چلنی چاہیے۔ ہمارے ہاں لبرلز کی طرف سے یہ جو نعرے لگتے ہیں: میرا جسم میری مرضی، یہ طاغوتی اور کفریہ قسم کا نعرہ ہے۔ ہمیں پیدا کرنے والا اللہ ہے تو مرضی بھی اُسی کی چلنی چاہیے۔ البتہ جہاں مالک نے اختیار دیا ہے، وہاں اسے جائز طریقے سے استعمال کرو۔ شراب پینے سے اللہ نے منع کیا، تم دنیا کی ہر (حلال وطیب) چیز پی لو لیکن شراب نہ پیو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو حدود و قیود مقرر کی ہیں، ان کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جو چاہے کرو۔ اللہ کی ریڈ لائنز کو کراس مت کرو۔ آج سیاسی جماعتیں، حکومتیں، ادارے کہتے ہیں: فلاں ہماری ریڈ لائنز ہیں۔ اللہ کی بھی کوئی ریڈ لائنز ہیں یا نہیں؟

امانت، معاشی نظام اور اعضاء کی گواہی

اسی طرح بندہ یاد رکھے کہ جب میرے جسم کا خالق اور مالک میرا رب ہے تو اس پر مرضی بھی اُسی کی چلنی چاہیے۔ کیونکہ میرا جسم خالق کی امانت ہے، میرے اعضاء امانت ہیں، میری صلاحیتیں، میرا وقت، میرے وسائل اللہ کی امانت ہیں۔ اس کے بارے میں روزِ قیامت پوچھا جائے گا لہٰذا اسے خرچ بھی اللہ کی مرضی سے کرنا چاہیے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ﴾ (الحشر: 18) ''اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!''

روزِ قیامت انسان کے اعضاء بھی گواہی پیش کریں گے۔ یہ زبان اللہ کے حکم سے بندے کے خلاف گواہی دے گی (النور: 24)، ہاتھ اور پیر گواہی دیں (یٰسین: 65)، آنکھ، کان، کھال گواہی دیں (حٰمٓ السجدہ: 20 اور 21)۔ اگر آخرت کی اس جوابدہی کو مدنظر رکھیں گے تو ہمارا پورا معاشی نظام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جبکہ مغرب نے یہ تصور دیا کہ تمہارا مال ہے جس طرح چاہو خرچ کرو اور جس طرح چاہو کماؤ، چاہے سود کا لین دین کرو، عورت کو اشتہار بناؤ، حرام کا ہر ذریعہ اختیار کرو۔ سرمایہ دارانہ نظام میں کوئی حدود نہیں ہیں۔ جبکہ اسلام ہمیں باقاعدہ تعلیم دیتا ہے کہ مال کو حلال ذرائع سے کماؤ اور حلال ذرائع پر خرچ کرو۔

باطن کا حساب اور نفاق کا ابطال

جب بندہ یقین کر لیتا ہے کہ اللہ میرے ظاہر اور باطن سے واقف ہے اور روزِ حساب ہر عمل کا جواب دینا پڑے گا تو پھر اس کے اندر ایک کردار پروان چڑھے گا جو کہ بالکل صاف ستھرا کردار ہوگا۔ اب اس کو لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

اگر اللہ پر یقین ہو اور روزِ آخرت پر یقین ہو تو لوگوں کے سامنے صفائیاں پیش کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ زیرِ مطالعہ آیت میں آگے فرمایا:

﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ﴾ (البقرۃ: 284) ''اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے ظاہر کرو خواہ چھپاؤ اللہ تم سے اس کا محاسبہ کر لے گا۔''

ہمارے پوشیدہ معاملات کو اللہ بالکل اسی طرح جانتا ہے جیسے ہمارے ظاہر کے معاملات کو جانتا ہے۔ اللہ کے نزدیک کوئی ظاہر و باطن کی تقسیم نہیں، ہم قرآن میں پڑھتے ہیں:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ (الحشر: 22) ''جاننے والا ہے چھپے اور کھلے سب کا۔''

ظاہر اور باطن کی تقسیم صرف ہمارے لیے ہے۔ ہماری آنکھ صرف سامنے کی چیز کو دیکھ سکتی ہے، دیوار کے پیچھے کیا ہے، ہم نہیں دیکھ سکتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی نظر کائنات کی ہر چیز پر ہے۔ ''تبدوا'' کے معنی ہیں ظاہر کرنا اور ''تخفوا'' کے معنی ہیں چھپانا۔ اگر بندہ کوئی عمل چھپ کر بھی کرے تو اللہ اُسے بھی جانتا ہے۔ ہم اپنے سمارٹ فون، ہارڈ ڈرائیو سے ہسٹری یا ڈیٹا ڈیلیٹ کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہارڈ ڈسک سے ڈیلیٹ نہیں کر سکتے۔ زیرِ مطالعہ آیت سے پچھلی آیت میں قرض کے لین دین اور مالی معاملات کے حوالے سے بھی ہدایات آئی ہیں۔ ان معاملات میں لوگ فراڈ کر جاتے ہیں، ہیرا پھیری سے کام

لیتے ہیں، کچھ چھپا لیتے ہیں یا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں اس آیت میں یہ بات آرہی ہے کہ تم ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو اللہ تعالیٰ حساب لے لے گا:

﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝١٠﴾ (العادیات)

''اور ظاہر کر دیا جائے گا جو کچھ سینوں میں ہے۔''

سورۃ الطارق میں فرمایا:

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝٩﴾ (الطارق)

''جس دن تمام چھپے ہوئے رازوں کی جانچ پڑتال ہوگی۔''

پوشیدہ رازوں کو پیش کر دیا جائے گا، کھول کے دکھا دیا جائے گا۔ اللہ ہم سب کے حساب کو آسان فرمائے!

اخلاص بمقابلہ ریاکاری ونفاق

دنیا میں عدالتیں لگتی ہیں، ثبوت پیش ہوتے ہیں، گواہیاں پیش ہوتی ہیں، ظاہر کے معاملات کے مطابق فیصلے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے منصف ظاہری ثبوتوں کے مطابق فیصلہ دے سکتے ہیں کیونکہ وہ کسی کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔ جبکہ اللہ صرف ظاہر کو نہیں دیکھتا بلکہ باطن کو بھی دیکھتا ہے۔ روزِ محشر وہ پیش کر دے گا جو کچھ ہمارے باطن میں ہے۔ دل میں جو تکبر، حسد، نفاق، بغض موجود ہے سب ظاہر ہو جائے گا۔ اگر ہمیں یہ یقین ہو کہ اللہ ہمارے ظاہر اور باطن سے واقف ہے تو پھر ہمارے اندر نفاق کا کردار پیدا نہیں ہوگا کہ باطن میں کچھ ہے اور ظاہر میں کچھ ہے، دعویٰ کچھ ہوتا ہے اور عمل کچھ اور ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے اندر ریاکاری بھی پیدا نہیں ہوگی، لوگوں کو دکھانے کے لیے نیکی کرنا، خدمتِ خلق کا ڈھونگ رچانا، یہ سب نہیں ہوگا۔ قرآن میں اللہ کے نیک بندوں کا قول نقل ہوا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝٩﴾ (الدھر) ''(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو آپ کو یہ کھانا کھلا رہے ہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے، ہم آپ سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔''

جب دل میں یقین ہوگا کہ اللہ ہمارے ظاہر اور باطن سے واقف ہے تو کردار و عمل میں ایسا ہی اخلاص آئے گا اور باوقار شخصیت بن کر ابھرے گی۔ اللہ ہم سب کو عطا فرمائے!

صحابہ رضی اللہ عنہم کا لرز نا اور ''سمعنا واطعنا'' کا رویہ

روایات میں ہے کہ زیرِ مطالعہ آیت (البقرہ:284) جب نازل ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنی تو وہ لرز گئے اور رو پڑے۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ایسے اعمال (نماز، روزہ، جہاد، زکوٰۃ) کا مکلف بنایا گیا جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں، لیکن اب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ ہمارے دلوں میں ایسے خیالات آتے ہیں جن پر ہمارا اختیار نہیں، اگر ان پر بھی حساب ہوا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ فرمایا؟ کہو: سمعنا واطعنا۔ یعنی اللہ کی طرف سے جو بھی حکم آئے، اسے مانو چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرۃ:286)

''اللہ تعالیٰ نہیں ذمہ دار ٹھہرائے گا کسی جان کو مگر اس کی وسعت کے مطابق۔''

اللہ نے ہر انسان کو جتنی وسعت اور طاقت دی ہے، اسی کے مطابق اس سے حساب لیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ بندہ اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں فرما دیتا ہے۔ 8 ہجری میں فتح مکہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نکلے، مقابلے میں ان کے خونی رشتہ دار بھی تھے، ممکن تھا باپ کے خلاف تلوار اُٹھانی پڑتی، بیٹے کے خلاف اُٹھانی پڑے، بھائی کے خلاف اُٹھانی پڑے۔ سورۃ التوبہ میں یہ حکم بھی آ گیا:

''(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے لیے شوہر)، تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بہت محنت سے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خطرہ رہتا ہے اور وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں (اگر یہ سب چیزیں) تمہیں محبوب تر ہیں اللہ، اس کے رسول (ﷺ) اور اس کے راستے میں جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے۔'' (آیت 24)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا اور اطاعت کی، اللہ نے آسانی فرما دی، مکہ بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔ اکثریت ایمان لے آئی اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢﴾ (النصر)

''لوگوں کو داخل ہوتے ہوئے اللہ کے دین میں فوج در فوج۔''

اہل ایمان کو اللہ نے غلبہ عطا کیا اور اللہ کا دین پورے جزیرہ نما عرب پر غالب ہو گیا۔ اللہ کی اطاعت میں جھکنے والے سر دنیا میں سربلند ہو گئے۔

وسوسے اور برے خیال کی حقیقت

انسان کا نفس امارہ اسے برائی پر اُکساتا ہے، شیطان دل میں وسوسے ڈالتا ہے، باہر دنیا میں دعوتِ گناہ بھی موجود ہے، ان حالات میں دل میں برے خیالات کا پیدا ہونا عام سی بات ہے، لہٰذا اس پر کوئی پکڑ نہیں۔ البتہ ایسے برے خیال پر جم جانا اور اس پر عمل درآمد کے مواقع تلاش کرنا پکڑ کا باعث بن سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر عرض کیا: نماز کے دوران ہمارے دلوں میں عجیب خیالات آتے ہیں جو کہ آپ ﷺ کے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ فرمایا: یہ ایمان کی علامت ہے۔ شیطان وہاں حملہ آور ہوگا، جہاں ایمان ہوگا۔ ایسے خیالات پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی جب تک کہ کسی برے خیال پر عمل کی کوشش نہ کی جائے۔

انفرادی محاسبہ اور اخلاصِ نیت

روزِ محشر ہمارا حساب کتاب انفرادی سطح پر ہوگا۔ سورۃ مریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا ۝٩٥﴾

''اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اُس کے پاس اکیلے اکیلے۔''

اس دن کسی کے عمل کا بوجھ کوئی اور نہیں اُٹھائے گا اور نیکیوں کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہوگا۔ اگر یقین ہے کہ اللہ میرے ظاہر و باطن سے واقف ہے تو نفاق والا، ریاکاری والا گھٹیا کردار سامنے نہیں آئے گا۔ مسلم شریف کی روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلَى أَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ)) ''اللہ تمہارے چہرے نہیں دیکھتا، اللہ تمہارے مال کو نہیں دیکھتا، اللہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ قرآن میں فرمایا:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:13)

''یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آواز حضور ﷺ نے معراج کی شب آسمانوں پر سنی جبکہ ابو لہب اور ابو جہل جیسے سرداروں اور دولت مندوں کے لیے جہنم کی وعید آ گئی۔

حساب اور عذاب کا فرق، رحمت الٰہی

زیر مطالعہ آیت میں فرمایا:

﴿یُحَاسِبۡکُمۡ بِہِ اللّٰہُ ؕ﴾ (البقرۃ:284)

''اللہ تم سے اس کا محاسبہ کرلے گا۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے اس موقع پر یہ دعا سکھائی:

((اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا))

''اے اللہ! میرے حساب کو آسان کردے!''

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آسان حساب کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ دعا کرو کہ اللہ حساب نہ لے، جس کا اعمال نامہ کھل گیا وہ تو مارا گیا۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿فَیَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ﴾ (البقرۃ:284) ''پھر وہ بخش دے گا جس کو چاہے گا اور عذاب دے گا جس کو چاہے گا۔''

معلوم ہوا کہ حساب ہونا الگ شے ہے، عذاب ملنا دوسری شے ہے۔ حساب تو ہوگا، پیشی تو ہوگی، مگر ہر حساب پر عذاب ضروری نہیں ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے:

((اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ)) (بخاری)

''میری رحمت میرے غضب پر حاوی آگئی۔''

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، اس کا مستحق بننے کی کوشش کرنا انسان کا کام ہے۔ لیکن جنت میں کوئی اپنی محنت کی بنیاد پر نہیں جائے گا بلکہ اللہ اپنے فضل سے جس کو چاہے گا جنت میں داخل کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اللہ کی رحمت شاملِ حال نہ ہوگی۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ سزا دینا اللہ کے عدل کا تقاضا ہے۔ ایک بندہ سو قتل کرتا ہے تو دنیا میں اس کو زیادہ سے زیادہ ایک مرتبہ پھانسی ہوگی، باقی 99 مقتولوں کا حساب باقی رہے گا۔ عدل صرف آخرت میں ہی ہوسکتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ چاہے تو کسی کو بھی بخش دے۔ اللہ کسی قانون کا پابند نہیں ہے! ایک نکتہ مفسرین نے لکھا کہ اگر کوئی برا خیال دل میں آگیا، کچھ محاسبہ اللہ نے دنیا میں ہی کرلیا، کوئی مشکل آگئی، کوئی تکلیف آگئی، تو اس مشکل اور تکلیف کی وجہ سے اس کا کفارہ ہوجائے گا۔ کل کی پکڑ سے اللہ بچالے گا۔ ان شاء اللہ!

اللہ تعالیٰ ہی ہر شے پر کامل قدرت رکھتا ہے

آخر میں فرمایا: ﴿وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ﴾ (آل عمران:189)

''اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔''

یہ بہت بڑا عقیدہ ہے۔ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہارا ہر عمل پیش کردے، تمہارا ہر قول، ہر خیال ظاہر کردے۔ سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَحۡصٰىہُ اللّٰہُ وَنَسُوۡہُ ؕ﴾ (المجادلۃ:6) ''اللہ نے ان (اعمال) کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ انہیں بھول چکے ہیں۔''

لوگ تو بھول چکے ہیں، اللہ نہیں بھولتا! انسان کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال اس کے علم میں ہیں۔ جب بندے کو یہ یقین ہوجائے تو پھر بندہ اپنا محاسبہ خود کرے گا کہ کہیں مجھ سے کوئی گناہ تو نہیں ہو رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: (حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا) ''اپنا محاسبہ خود کرلو اس سے پہلے کہ کل تمہارا محاسبہ کیا جائے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل یقین عطا فرمائے اور کل کو سامنے رکھتے ہوئے آج دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

پریس ریلیز 6 نومبر 2026ء

امریکہ اور اسرائیل کے انتخابی نتائج سے صہیونی پالیسی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ اُمّتِ مسلمہ بیرونی قوتوں سے امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے اپنے اتحاد، خودمختاری اور اجتماعی قوت پر توجہ دے۔

شجاع الدین شیخ

امریکہ اور اسرائیل کے انتخابی نتائج سے صہیونی پالیسی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ اُمّتِ مسلمہ بیرونی قوتوں سے امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے اپنے اتحاد، خودمختاری اور اجتماعی قوت پر توجہ دے۔ امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہا کہ امریکی وسط مدتی انتخابات میں صدر ٹرمپ کی شکست امریکی داخلی سیاست میں ایک اہم تبدیلی کی عکاس تو ہوسکتی ہے تاہم امریکہ اور اسرائیل میں انتخابی نتائج یا حکمران جماعتوں کی تبدیلی سے فلسطین اور غزہ سمیت مسلم دنیا کے حوالے سے اُن کی پالیسیوں میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں آئے گی۔ ان ممالک میں اقتدار کسی بھی سیاسی جماعت کے پاس ہو، اُن کی خارجہ پالیسی اور مسلم دنیا کے حوالے سے دجالی منصوبے جاری رہتے ہیں۔ لہٰذا محض کسی حکمران یا جماعت کی شکست پر خوشیاں منانے کے بجائے ہمیں اصل حقائق اور پس پردہ قوتوں کے مقاصد کا ادراک رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل میں متن یا ہوکی جماعت کو انتخابی شکست دینے والے عناصر کے ماضی اور موجودہ موقف کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ وہاں بھی فلسطینیوں کی نسل کشی، غزہ کو تباہ کرنے اور مغربی کنارے میں اسرائیلی آبادکاری کے حوالے سے کوئی بنیادی اختلاف نہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ امریکہ میں ڈیموکریٹ ہوں یا ری پبلکن، مسلم دنیا کے معاملات، اسرائیل کی حمایت اور امریکی خارجہ پالیسی کے بنیادی خدوخال میں دونوں جماعتیں ایک ہی صفحہ پر ہوتی ہیں۔ ماضی میں بھی پاکستانی عوام کے ایک طبقے نے امریکی انتخابات میں بعض امیدواروں سے غیر معمولی توقعات وابستہ کیں، لیکن ان توقعات کے باوجود پاکستان کو ڈرون حملوں اور دیگر امریکی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں اُمّتِ مسلمہ کو اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے، باہمی اختلافات سے بالاتر ہوکر مشترکہ مسائل پر یکسو ہونے اور اپنے وسائل وصلاحیتوں کو اجتماعی مقاصد کے لیے بروئے کار لانے کی اشد ضرورت ہے۔ فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم مسلم خطوں کے مسائل کا حل بھی اسی صورت میں ممکن ہے کہ مسلمان ممالک اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اور بیرونی قوتوں کے رحم وکرم پر نہ رہیں۔ ہماری کامیابی اس میں نہیں کہ ہم کسی دوسرے ملک کے انتخابی نتائج سے اپنی امیدیں وابستہ کرلیں، بلکہ اس میں ہے کہ ہم خود اپنے ایمان، کردار، اتحاد اور اجتماعی قوت کو کتنا مضبوط بناتے ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

انقلابی عمل کے لوازم و مراحل (2)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

موجودہ دور میں انسانی زندگی کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے' ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی ---------- مذہب کا تعلق انفرادی زندگی سے سمجھا جاتا ہے اور اجتماعیت کے لیے بنیاد ہے سیکولرازم یعنی لادینیت ---------- لامذہبیت نہیں۔ اس لیے کہ سیکولرازم مذہب کو تسلیم کرتا ہے لیکن اسے صرف انفرادی زندگی میں محدود قرار دیتا ہے۔ اس انفرادی مذہبی زندگی کے بھی تین حصے ہیں: عقیدہ' عبادات' اور چند سماجی رسوم ---------- ادھر اجتماعی زندگی کے بھی تین حصے ہیں۔ معاشرتی نظام' معاشی نظام اور سیاسی نظام۔ گویا تین گوشے انفرادی زندگی کے اور تین گوشے اجتماعی زندگی کے ملا کر کل ''چھ'' گوشے ہو گئے۔ اسی طرح انقلابی عمل کو بھی چھ مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔

1) انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت

انقلابی عمل کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ کوئی انقلابی نظریہ' کوئی انقلابی فکر' کوئی انقلابی فلسفہ موجود ہو جس کی خوب نشر و اشاعت کی جائے۔ ظاہر بات ہے کہ انقلاب کسی انقلابی نظریہ کی بنیاد پر آتا ہے۔ اس کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ اس نظریہ کی نشر و اشاعت کی جائے' اُسے پھیلایا جائے' اُسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور لوگوں کو اس نظریہ کی افادیت کا دلائل سے قائل بنایا جائے۔ اس میں اہم بات یہ ہے کہ انقلاب تب ہی آئے گا جب انقلابی نظریہ اجتماعی زندگی کے ان تین گوشوں میں سے کسی ایک سے لازماً متعلق ہو جن کا اوپر ذکر ہوا ---------- اگر مذہبی اصلاح کا کام ہو رہا ہو' عقائد کی تصحیح ہو رہی ہو' عبادات کی ادائیگی کی ترغیب و تشویق اور اس کے نتیجے میں ان کی ترویج ہو رہی ہو تو یہ مذہبی کام ہیں' یا بالفاظ دیگر روحانیت اور اخلاقی اصلاح کے کام ہیں' لیکن انقلابی عمل کا آغاز تو کسی ایسے نظریہ کی بنیاد پر ہو گا جس کا تعلق انسان کی معاشرتی' معاشی اور سیاسی زندگی سے ہو۔ اس لیے کہ درحقیقت انقلاب کا محل' مقام اور میدان اجتماعی زندگی کا دائرہ ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا نظریہ' کوئی ایسا فلسفہ' کوئی ایسی فکر ہو جو انسان کی اجتماعی زندگی کے کسی گوشے کے بارے میں انقلابی تبدیلی کی علمبردار ہو' اور وہاں جو نظام قائم ہے وہ اس کی جڑوں پر تیشہ بن کر گرے۔ اسی سے انقلابی عمل کا آغاز ہو گا۔

2) انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم

انقلابی عمل کا دوسرا مرحلہ یہ ہو گا کہ جو لوگ اس انقلابی نظریے کو ذہناً قبول کر لیں اُن کو منظم کیا جائے۔ اس طرح ایک انقلابی جماعت وجود میں آئے۔ اس جماعت کے لیے دو چیزیں لازمی ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ اس کی درجہ بندی بالکل نئی ہو۔ پرانے نظام کے تحت لوگوں کی جو درجہ بندی ہے اگر وہی درجہ بندی اس جماعت کے اندر بھی رہے تو پھر وہ انقلابی جماعت نہیں ہو گی۔ یہاں تو بالکل نئی درجہ بندی ہو گی کہ کون کس قدر گہری وابستگی اس انقلابی نظریہ سے رکھتا ہے! کس نے اس انقلابی نظریہ کے تقاضوں کو خود اپنے آپ پر لازم کیا ہے! اور کون اس انقلابی نظریے کے لیے کتنی قربانی دے چکا ہے اور کتنی مزید دینے کو تیار ہے! جس نے جتنی پیش قدمی کی ہے اتنا ہی وہ آگے چلا جائے گا۔ چاہے سابقہ نظام میں وہ شودروں اور اچھوتوں میں شمار ہوتا ہو اور سب سے گھٹیا اور نیچ سمجھا جاتا ہو' اس کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ لیکن اگر اس نے اس انقلابی نظریہ کو خلوص و اخلاص اور گہرائی کے ساتھ قبول کیا ہے' اس کے ساتھ اس کی مکمل ذہنی اور عملی وابستگی ہے' اس کے لیے وہ قربانیاں دے رہا ہے تو وہ توقیر و تکریم اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے پیدائشی برہمنوں سے کہیں آگے نکل جائے گا۔ اگر یہ بات نہیں ہو گی تو وہ جماعت انقلابی جماعت نہیں ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اس پارٹی کا نظم اگر آرمی ڈسپلن جیسا نہ ہو تو یہ پارٹی انقلاب نہیں لا سکتی۔ کوئی ڈھیلی ڈھالی ایسوسی ایشن' کوئی انجمن ٹائپ کی شے' کوئی چار آنے کی ممبری والی جماعت یا کوئی ایسی ہیئت اجتماعیہ انقلاب نہیں لا سکتی۔ ہر اجتماعی کام کی نوعیت اور مقصد کے اعتبار سے اسی نوع کی انجمن یا ادارہ یا جماعت کی ضرورت ہے۔ کوئی اصلاحی کام کرنا ہے تو کوئی انجمن بنا لیجیے۔ کوئی تعلیمی کام کرنا ہے تو کوئی ادارہ قائم کر دیجیے۔ مذہبی دعوت و تبلیغ کا کام کرنا ہے تو کوئی جمعیت بنا لیجیے۔ انتخابی سیاست کا کام کرنا ہے تو ممبری کی کوئی فیس مقرر کر کے بڑے پیمانے پر اپنے ہم خیال افراد کی ممبر سازی کر لیجیے ----------ایک سیاسی جماعت بنا لیجیے۔ لیکن اگر انقلاب لانا ہے تو اس کے لیے ایسی ''پارٹی'' درکار ہو گی جس کی ایک تو درجہ بندی بالکل نئی اور دوسرے اس کا ڈسپلن مضبوط ہو کہ جو حکم ملے مانا جائے۔ یہ نہیں ہو گا تو انقلاب نہیں آ سکتا۔ اس لیے کہ ایک جمے ہوئے نظام کو اُکھاڑ پھینکنا ہے۔ ایک مضبوط طاقت کے ساتھ ٹکراؤ کا مرحلہ آنا ہے۔ اس میں ڈھیلی ڈھالی انجمن ٹائپ ایسوسی ایشن کام نہیں دے سکتی۔

3) تربیت (Training)

انقلابی عمل میں تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے' جو ہر انقلابی عمل کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر انقلابی کارکنوں کی تربیت نہ ہو تو وہ خام ہیں' کچے ہیں۔ تربیت ہو گی تو وہ پختہ ہوں گے' بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

کچے اور خام لوگوں کو جمع کر لیں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگلے مرحلہ میں جا کر جواب دے جائیں گے۔ وہ خالی کارتوس ثابت ہوں گے اور ٹھس ہو کر رہ جائیں گے۔ یہاں ضرورت ہے کہ ہر کارکن پختہ ہو۔ اس بات کو علامہ اقبال نے اپنے انداز میں خوب بیان کیا ہے ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تُو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو!

یہی وجہ ہے کہ ہر انقلابی پارٹی کے Training Camps ہوتے ہیں۔

تاہم یہ بات اہم ہے کہ یہ تربیت انقلاب کے

نظریہ اور فکر کی مناسبت سے ہوگی۔ اگر انقلاب خالص مادّی اقدار والا ہے تو ان کارکنوں کی روحانی تربیت کرنا بیکار ہے۔ لیکن اگر پیش نظر ایسا انقلاب ہے جس کے اہم ترین اَبعاد (dimensions) اخلاقی اور روحانی ہیں تو تربیت میں ان پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر یہ چیزیں انقلابی کارکنوں میں نہیں ہوں گی تو انقلاب کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں کہاں سے آ جائیں گی؟ ---------- لہٰذا ایسے انقلاب کے کارکنوں کے لیے اخلاقی و روحانی تربیت بھی لازمی ہوگی' بلکہ اس کو اقدمیت و اوّلیت کا درجہ حاصل ہوگا۔

پس یہ ابتدائی تین مرحلے ہیں۔ ان تینوں کا حاصل یہ ہے کہ تربیت یافتہ کارکنوں پر مشتمل ایک انقلابی جماعت وجود میں آ جائے جو ایک طاقت اور ایک قوت بن جائے!!

انقلابی عمل کا جزو لاینفک: تصادم

انقلابی عمل کے اگلے تین مرحلوں کا جامع عنوان ہے ''تصادم'' ----------لفظ تصادم اگرچہ ناپسندیدہ ہے' اچھا نہیں لگتا اور امن پسند لوگ اس سے ناگواری محسوس کریں گے' لیکن یہ بات طے ہے کہ انقلاب تصادم کے بغیر نہیں آتا۔ ع ''جس کو ہو دین و دل عزیز اُس کی گلی میں جائے کیوں؟'' ---------- مذہبی اصلاح کا کام کرنا ہو تو کسی تصادم کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف عام نوعیت کی روحانی تربیت گاہیں کھولنی ہوں اور خانقاہی نظام بنانا ہو تب بھی کسی تصادم کی ضرورت نہیں ہے' خانقاہ میں کوئی مربّی' کوئی شیخ بیٹھے ہیں' جو وہاں خود چل کر آئے گا اسے وہ اپنے تربیتی پروگرام میں شامل کر لیں گے' کوئی تصادم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر نظام بدلنا مقصود و مطلوب ہو اور پھر تصادم سے بھی گریز ہو تو یہ ممکن نہیں۔ یہ تو بالکل ایسی بات ہے جیسے دو متضاد چیزوں کو جمع کرنے کی خواہش ہو ---------- یہ خواہش اپنی جگہ کتنی ہی اچھی ہو لیکن یہ محال مطلق ہے۔ تصادم تو انقلاب کے لوازم میں سے ہے۔

پھر یہ ایک بدیہی امر ہے کہ تصادم کا آغاز اصل میں انقلابی جماعت کرتی ہے۔ اس لیے کہ ایک جگہ ایک نظام قائم ہے۔ جیسا بھی ہے' وہ چل رہا ہے۔ اگر ظالمانہ' استبدادی اور استحصالی ہے تو مظلوم طبقات اس نظام کو برداشت اور تسلیم کیے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں ایک جماعت ابھرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نظام غلط ہے' ہم اس کو بدل کر رہیں گے' تو درحقیقت تصادم کا آغاز اس جماعت نے کیا۔ اس نے اس نظام کو غلط قرار دے کر اس کو بدلنے کے عزم کا اظہار کیا جو وہاں ایک طویل عرصہ سے چلا آ رہا ہے' جس کے ساتھ لوگوں کی اقدار اور مفادات وابستہ ہیں' جو ان کے یہاں قابل احترام روایات کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ انقلابی جماعت کہتی ہے کہ یہ غلط نظام ہے۔ گویا کہ تصادم کا آغاز اصلاً انقلابی جماعت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اس کا جو نتیجہ نکلتا ہے اس کے تین مدارج ہیں۔

4) تشدّد و تعذیب کے جواب میں صبر محض

تصادم کے عمل میں پہلا درجہ یعنی صبر محض کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انقلابی جماعت اس نظام کو غلط و فاسد قرار دیتی ہے تو لوگ اس جماعت کو آزاد تو نہیں چھوڑ دیں گے! پہلے وہ اس کے انقلابی فکر اور نظریہ کو چٹکیوں میں اُڑائیں گے۔ استہزاء و تمسخر کریں گے' فقرے چست کریں گے' مذاق اُڑائیں گے' کہیں گے کہ اُن کا دماغ خراب ہو گیا ہے' دیوانے اور مجنون ہیں۔ لیکن اگر اس انقلابی جماعت کا قائد اور اس کے معدودے چند ساتھی اس وار کو جھیل جاتے ہیں اور نظریہ کی نشر و اشاعت کا عمل جاری رہتا ہے اور لوگ اس کو قبول کر کے جماعت میں شامل ہو رہے ہیں تو مخالفین کو محسوس ہوگا کہ یہ ہوا کا کوئی معمولی جھونکا نہیں ہے' اس میں تو ایک زبردست آندھی اور طوفان کے آثار پوشیدہ ہیں' جو ہمارے تمام مفادات کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر لے جائیں گے۔ لہٰذا اب وہ تشدد پر اُتر آئیں گے اور عقوبت و ایذا رسانی کی کوئی کسر نہ چھوڑیں گے۔ یہ معاملہ پیش آنا لازمی ہے۔ لیکن اس دور کے لیے اس انقلابی جماعت کا پہلا مرحلہ یہ ہوگا کہ ماریں کھاؤ' لیکن نہ اپنے موقف سے ہٹو اور نہ ہی ہاتھ اُٹھاؤ۔ اس لیے کہ اگر اس جماعت نے بھی بدلہ میں ہاتھ اٹھا لیا اور وہ جماعت بھی متشدد ہو گئی' تو جو جما جمایا نظام ہے اُسے اس جماعت کو کچلنے اور نیست و نابود کرنے کا قانونی و اخلاقی جواز مل جائے گا۔ چنانچہ ان کو یہ جواز نہ دیا جائے۔ بے جواز ماریں اور ایذا رسانی کرتے رہیں۔ لیکن ان کو یہ الزام لگانے کا موقع ہرگز نہیں ملنا چاہیے کہ یہ جماعت خود بھی متشدد ہے اور عوام الناس کو بھی تشدد اور بدامنی کے لیے اُبھار رہی ہے۔

اس عدم تشدد کی پالیسی پر کاربند رہنے سے وہ لوگ ایذا رسانی اور مار پیٹ سے تو باز نہ آئیں گے لیکن اس کا نتیجہ یہ ضرور نکلے گا کہ اس معاشرہ کی خاموش اکثریت اس جماعت کے حق میں ہموار ہوتی چلی جائے گی۔ قدرتی طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال ہیجان پیدا کر دے گا کہ آخر یہ لوگ کیوں پیٹے جا رہے ہیں! ان کو ایذائیں کیوں دی جا رہی ہیں! آخر ان کا جرم کیا ہے! کیا انہوں نے چوری کی ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے یا کسی غیر اخلاقی حرکت کا ارتکاب کیا ہے؟ ---------- یہ اکثریت ہمیشہ خاموش ہوتی ہے' لیکن اندھی اور بہری تو نہیں ہوتی! وہ دیکھتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے! اور اس کے قلوب و اذہان میں اس انقلابی جماعت کے لیے ہمدردی کے جذبات اور احساسات غیر محسوس طریق پر پروان چڑھتے رہتے ہیں ------ اور یہ چیز بھی درحقیقت اس انقلابی نظریہ اور فکر کے پھیلنے میں اہم ترین کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے لیے بڑا پیارا مصرعہ ہے کہ ع ''جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ!'' ---------- اندر اندر دل تو مفتوح ہو رہے ہیں' چاہے زبانیں خاموش ہیں' لوگوں میں جرأت نہیں کہ وہ سامنے آ جائیں۔ لیکن وہ انقلابی نظریہ اور فکر لوگوں کے ذہن و قلب میں راسخ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے علمبرداروں کے لیے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

5) اقدام اور چیلنج

اس کے بعد جب طاقت اتنی فراہم ہو جائے کہ وہ انقلابی جماعت یہ محسوس کرے کہ اب ہم کھلم کھلا اور برملا اس غلط نظام کو چیلنج کر سکتے ہیں اور اس نظام کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو اس مرحلہ پر یہ صبر محض اپنے اگلے مرحلے یعنی راست اقدام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اب حکمت عملی تبدیل ہوگی۔ یعنی یہ کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دو۔ ان کے تشدد کا جواب بھرپور طریقہ پر دو یا اس نظام کی کسی دُکھتی ہوئی رگ کو چھیڑو ---------- آگے چل کر ان تمام باتوں کی تشریح ہو جائے گی۔

6) مسلح تصادم

اس چیلنج کے نتیجہ میں چھٹا اور آخری مرحلہ شروع ہو گا اور وہ ہے مسلح تصادم۔ جب تک وہ انقلابی جماعت اقدام نہیں کر رہی تھی یعنی ماریں کھا رہی تھی اور ہاتھ نہیں اُٹھا رہی تھی تب تک اور بات تھی۔ اب اگر اس جماعت

نے بھی ہاتھ اُٹھالیا تو وہ نظام اس پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہوگا۔ اور یہ ہے وہ آخری مرحلہ جس کے اندر جسمانی ٹکراؤ ہو کر رہتا ہے۔ اسی کے لیے اصطلاح ہے مسلح تصادم۔

ظاہر بات ہے کہ جب یہ چھٹا مرحلہ شروع ہو جائے تو اب فریقین کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔ اب تو تاریخ بتائے گی' حالات فیصلہ کریں گے اور دو میں سے ایک نتیجہ بہر حال نکلنا ہے اور وہ ہے تخت یا تختہ۔ تیسرا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اگر پہلے پانچ مراحل صحیح طور پر طے ہوئے ہیں' انقلابی عمل مستحکم ہوتے ہوئے آگے بڑھا ہے' صحیح تربیت ہوئی ہے' صحیح تنظیم ہوئی ہے اور خاص طور پر یہ کہ پہلے پانچوں مراحل کو طے کرنے کا صحیح حق ادا کیا گیا ہے تو انقلابی جماعت کامیاب ہو جائے گی' انقلاب وقوع پذیر ہو جائے گا اور اس انقلابی نظریہ کے مطابق نظام یکسر تبدیل ہو جائے گا۔ ورنہ اسے کچل کر رکھ دیا جائے گا۔

انقلابی عمل کے یہ چھ مراحل ہیں' یعنی تین تین کے دو گروپ۔ پہلے تین مراحل کا حاصل ہے: کسی انقلابی نظریہ یا فکر اور فلسفے کو قبول کرنے والوں کا ایک تربیت یافتہ اور منظم جماعت کی شکل میں وجود میں آجانا۔ دوسرے حصہ کے بھی تین مراحل ہیں اور وہ ہیں: صبر محض راست اقدام اور مسلح تصادم ---------- اور اس کا نتیجہ تخت یا تختہ۔

(جاری ہے)

❁❁❁

نوٹ: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ نے وسط دسمبر 1984ء میں دو خطابات جمعہ میں منہج انقلاب نبوی ﷺ کے حالاتِ حاضرہ پر انطباق کے ضمن میں اقدام اور مسلح تصادم کے قرآن و حدیث کی روشنی میں متبادل بھی پیش کیے ہیں، جنہیں ڈاکٹر صاحب" خود پاکستان کے معروضی حالات میں زیادہ قابل عمل تصور کرتے تھے۔ برائے تفصیل بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی کتاب "سیرت النبی ﷺ اور فلسفہ انقلاب (منہج انقلاب نبوی ﷺ) کے ضمیمہ (آغاز صفحہ 313) پر ملاحظہ فرمائیے۔ (ادارہ)

ہفت روزہ ندائے خلافت میں "ضرورت رشتہ" کے اشتہار سے متعلق ہدایات

قواعد وضوابط

(1) ندائے خلافت میں بنیادی طور پر رفقاء و رفیقات تنظیم یا ان کے قریبی رشتہ داروں کے "ضرورت رشتہ" کے اشتہار شائع کیے جاتے ہیں۔

(2) فی اشتہار 500 روپے ہدیہ وصول کیا جائے گا۔ رقم نقد مکتبہ خدام القرآن، لاہور میں یا بنک اکاؤنٹ (0062871003) مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، دبئی اسلامک بنک، پیکو روڈ لاہور کے ذریعے وصول کی جائے گی۔ رسید مکتبہ کے واٹس ایپ نمبر 0301-1115348 پر Send کریں۔

(3) رفقاء و رفیقات کے قریبی رشتہ داروں مثلاً بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی وغیرہ کے ضرورت رشتہ کے لیے بھی یہی اصول اور ریٹ کارفرما ہوگا۔

(4) ایسے خواتین و حضرات جن کو تنظیم کے ذمہ داران Recommend کریں، کا اشتہار شائع کیا جائے گا۔

(5) ایسے اشتہارات شائع نہیں کیے جائیں گے جن میں ذات پات کی پابندی یا دنیوی عہدے یا حیثیت کو شرط بنایا گیا ہو۔ نیز اشتہار میں اس بات کا تذکرہ بھی لازماً ہوگا کہ دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

(6) کسی میرج بیورو کا اشتہار شائع نہیں ہوگا۔

(7) اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

ہفت روزہ "ندائے خلافت"

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزہ و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

امیر تنظیم اسلامی کا رفیقات تنظیم اسلامی سے خصوصی خطاب

(بذریعہ آڈیو ریکارڈنگ رفیقات تنظیم اسلامی کے ششماہی اجتماع منعقدہ قرآن اکیڈمی لاہور میں سنایا گیا)

مرتب: ابوابراہیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

الحمد للہ! اللہ رب العالمین کی توفیق سے رفیقات تنظیم اسلامی سے خطاب پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اخلاص نیت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ویسا بنا دے جیسا وہ ہمیں دیکھنا چاہتا ہے۔

آج کی گفتگو میں آٹھ باتیں مختصراً آپ کی خدمت میں پیش کرنی ہیں۔

پہلی بات اخلاص نیت کے تعلق سے ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ)) ''بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

دین کے لیے جو بھی محنت ہم کر رہے ہیں، اس میں اگر اخلاص ہے تو یہ اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ ورنہ بڑے سے بڑا عمل دکھاوے اور ریاکاری کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ ہر نماز کی ہم نیت کرتے ہیں، اسی طرح ہر عمل سے پہلے ہماری نیت خالص ہونی چاہیے۔ اسی بنیاد پر کل آخرت میں فیصلے ہونے ہیں۔ سورۃ الدھر کی آیت 9 میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی اخلاص نیت کے بارے میں بتاتا ہے:

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾ ''(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو آپ کو یہ کھانا کھلا رہے ہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے، ہم آپ سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔''

اللہ تعالیٰ بار بار ہماری نیتوں کا جائزہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ تنظیم اسلامی کے لٹریچر میں رفقاء اور رفیقات تنظیم اسلامی کے مطلوبہ اوصاف قرآن وسنت کی روشنی میں گنوائے گئے ہیں۔

ان میں پہلا اور دوسرا وصف ایمان کی آبیاری اور اپنے محاسبے سے متعلق ہے۔ ہمیں اپنی نیتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ دوسرا وصف فکر آخرت سے متعلق ہے۔ ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم دہراتے ہیں:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ (الفاتحہ)

رفقاء اور رفیقات کے مطلوبہ اوصاف میں یہ باتیں بھی بیان کی جاتی ہیں کہ ہمارا جینا اور مرنا اللہ کے لیے ہو جائے، ہماری نماز، ہماری قربانی سب کچھ اللہ کے لیے ہو جائے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانعام) ''آپ کہیے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

اس آیت کو ہم قربانی کی دعا میں بھی سنتے؟ پڑھتے ہیں۔ اس اخلاص نیت کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھیں کہ آخرت کے لیے کیا بھیج رہے ہیں۔

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (الحشر:18) ''اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے!''

یہاں کل سے مراد ہماری موت بھی ہے جو کبھی بھی آسکتی ہے۔ اس کے لیے بزرگی کی عمر ہونا لازمی نہیں، روزانہ ہم بچوں کو بھی دنیا سے جاتے دیکھتے ہیں، جوانوں اور بڑوں کو بھی جاتے دیکھتے ہیں۔ ہمیں بھی ہر وقت آخرت کی جوابدہی کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ ہماری زندگی کا اصل مقصد اللہ کی رضا ہونا چاہیے تاکہ روز قیامت شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔ ہم میں سے ہر ایک کو آج ہی اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ اللہ کے ساتھ میرے معاملات ٹھیک ہیں، اللہ کے بندوں کے ساتھ ٹھیک ہیں؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لحاظ سے میں کہاں کھڑا ہوں؟ روز محشر کس منہ سے اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محاسبے اور تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ یعنی زندگی کو موت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، خوشحالی کو تنگ دستی سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے اور فرصت کو مصروفیت سے پہلے غنیمت جانو۔ یعنی جو نیک عمل کر سکتے ہو وہ کر لو، شاید بعد میں اس کا موقع ملے یا نہ ملے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معروف قول ہے:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا

''اپنا محاسبہ خود کر لو اس سے پہلے کہ کل تمہارا محاسبہ کیا جائے۔''

آخرت پر جتنا یقین پختہ ہوگا، اتنے ہمارے اعمال درست ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کے تقریباً ہر صفحے پر کسی نہ کسی انداز میں آخرت کا تذکرہ ہمیں ملتا ہے۔

تیسرا وصف تعلق باللہ کے حوالے سے ہے۔ سابق امیر تنظیم محترم حافظ عاکف سعید صاحب (اللہ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے) بھی اجتماعات میں اور رفقاء و رفیقات سے گفتگو میں بار بار اس کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق ٹھیک کر لو۔ اس لیے کہ ساری زندگی کا حاصل صرف یہی ہے کہ کل اللہ راضی ہو جائے۔ کل اللہ فرمادے:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝﴾ (الفجر) ''اے نفس مطمئنہ! اب لوٹ جاؤ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تم اس سے راضی، وہ تم سے راضی۔ تو داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!''

بس یہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہونا چاہیے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کس طرح بہتر ہوگا؟ اس کے لیے فرض نماز اور دیگر دینی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ آج ہمارا کتنا وقت فضول باتوں میں، فضول کاموں میں گزرتا ہے۔ جبکہ مومن کی شان کیا ہے؟ ہمارے منتخب نصاب میں سورۃ المومنون کے درس کے دوران یہ حدیث بھی زیر مطالعہ آتی ہے:

((تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ)) ''کہ وہ ہر بے کار بات کو رد کر دے۔''

اللہ کے بندوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ فضول چیزوں میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ مومن کو معلوم ہے کہ زندگی ایک سرمایہ نہیں بلکہ ذمہ داری ہے اور اس کے ہر لمحے کے بارے میں کل اللہ کے سامنے جواب دینا ہے۔ ایک اچھا مسلمان اللہ کے سامنے پیشی کا لحاظ بھی رکھتا ہے اور اللہ سے اپنے تعلق کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ فرائض کے ساتھ ساتھ واجبات، سنتیں اور نوافل بھی ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ نوافل کا معاملہ صرف ماہ رمضان یا حج وعمرے سے ہی متعلق نہیں۔ تہجد کی نماز بھی ہے، وضو کے بعد دو رکعتیں بھی ہیں، اشراق بھی ہے، چاشت بھی ہے جس کو صلاۃ الضحیٰ کہتے ہیں، دیگر نوافل بھی ہیں، اللہ ہمیں اس کی کثرت کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر اللہ کے ذکر کا معاملہ ہے، اس میں اعلیٰ ترین

اور افضل ترین ذکر قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ ہم نے تنظیم اسلامی کے رفقاء اور رفیقات کے لیے متعین کیا ہے کہ وہ کم از کم ایک پارے کی تلاوت کا روزانہ اہتمام کریں۔ اس کے بعد مسنون اذکار اور مختلف اوقات کی دعائیں ہیں، ان کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ معروف اذکار میں یہ بھی شامل ہیں جن کا احادیث میں خاص طور پر ذکر ہے:

((سبحانَ اللهِ والحمدُ للهِ ولا إلهَ إلا اللهُ واللهُ أكبرُ ولا حولَ ولا قوةَ إلا باللهِ))

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ان مسنون دعاؤں کے سیکھنے اور عمل کرنے کی ترغیب کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، اس کی طرف توجہ دلانے کے لیے ایک کتابچہ موجود ہے اور اُسرے کے اجتماعات میں بھی توجہ بھی دلائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا آسان ترین طریقہ یہ مسنون دعائیں اور اذکار ہیں جو ہر موقعے کے حوالے سے نبیؐ نے سکھائے۔ اس کے علاوہ درود شریف کا اہتمام، استغفار کے کلمات، اللہ سے مانگنے کا اہتمام کریں، دعاؤں میں بہت کمی واقع ہو گئی، اس میں اضافہ کرنا چاہیے، دعاؤں کا وقت بڑھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھا وصف اسوۂ صحابیاتؓ کے مطالعہ کے حوالے سے ہے۔ اس کے لیے ہمارے ہاں 'تذکارِ صحابیات' کی کتاب تجویز کی گئی ہے جس میں امہات المومنینؓ، بناتؓ رسول ﷺ اور دیگر صحابیاتؓ کے سیرتوں کا بیان ہے، اس کو پڑھنے سے ہماری خواتین کو ترغیب و تشویق ملتی ہے۔ اخلاصِ نیت، فکرِ آخرت، تعلق مع اللہ، اطاعت رسول ﷺ کے حوالے سے خواتین کے لیے بہترین نمونہ امہات المومنینؓ ہیں۔ ہماری رفیقات کو چاہیے کہ صحابیاتؓ کے واقعات کا مطالعہ کریں اور ان کو اپنے گھر میں خواتین کو، خاص طور پر اپنی بیٹیوں کو بھی پڑھائیں۔ اسروں کی سطح پر بھی یہ کام کرنے کی ضرورت ہے، اسی طریقے پر اجتماعات میں بھی اس کی توجہ دلانے کی ضرورت ہے، گھروں میں بھی اس کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پانچویں بات جس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی بیانات اور خطبات کو سنا جائے، ان کی تصنیفات کا مطالعہ کیا جائے، اس سے بھی ترغیب و تشویق ملے گی اور منہج کی یاددہانی بھی ہوگی۔ دنیا بھر میں لوگ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سنتے بھی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ مگر رفقاء و رفیقات تنظیم کی توجہ اس جانب کم ہے، حالانکہ ہمیں اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور دوسروں تک بھی اُن کا پیغام پہنچانا چاہیے۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے، لوگ فضول قسم کے اور دین کو مذاق بنانے والے مباحث، مناظروں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر خود بھی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سنا جائے اور دوسروں کو بھی سنانے کی کوشش کی جائے تو اس سے دین کو فائدہ ہوگا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے شارٹ کلپس ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں، انہیں سوشل میڈیا پر پھیلانا چاہیے۔

اکثر اجتماعات میں پوچھتا ہوں کہ کتنے لوگ ڈاکٹر صاحبؒ کو سن کر تنظیم میں آئے تو 90 فیصد کا جواب ہاں میں ہوتا ہے۔ اگر ہم خود ڈاکٹر صاحبؒ کو سن کر تنظیم میں آئے ہیں تو آگے ہماری اولادوں، ہمارے رشتہ داروں اور دیگر لوگوں کو بھی اس جانب متوجہ کریں جن تک ہماری دعوت پہنچ سکتی ہے۔ اس طرف بہت زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ڈاکٹر صاحبؒ کا ایک دو منٹ کا کلپ سننے کے بعد دین کی کم از کم ایک بات تو سمجھ میں آ ہی جاتی ہے، فکر میں پختگی تب آئے گی جب ہم تسلسل کے ساتھ ڈاکٹر صاحبؒ کو سنیں گے۔ اگر درمیان میں فضول قسم کے کلپس سننے لگ گئے تو سارا جذبہ جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔

چھٹا وصف یہ بیان ہوتا ہے کہ ہم تنظیم کی بنیادی فکر پر مبنی لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ اس میں منتخب نصاب بھی شامل ہے، ابوظہبی سیریز بھی شامل ہیں، سلسلۂ اشاعت تنظیم اسلامی کے کتابچے بھی شامل ہیں۔ ہماری تنظیم کی بنیادی فکر قرآنی فکر ہے اور قرآنی فکر کے حوالے سے منتخب نصاب کا مطالعہ بہت اہم ہے۔ یہ آڈیو، ویڈیو اور کتابچے تینوں صورتوں میں موجود ہے۔ مختصر بھی ہے، تفصیلی بھی ہے۔ اس کے دروس ہم دیتے ہیں تو ہمیں بڑا فائدہ ہوتا ہے، الحمدللہ۔ جب اسے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زبان سے سنتے ہیں اور زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اسروں کی سطح پر بھی اس کی توجہ دلائی جاتی ہے، ہمیں انفرادی طور پر بھی منتخب نصاب کا مطالعہ اور اس کی سماعت کا اہتمام کرنا چاہیے، تسلسل سے کریں گے تو فکر زیادہ پختہ ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اسی طرح ابوظہبی سیریز میں تنظیمی فکر، تنظیم کا منہج، تنظیم کا طریقہ کار اور دیگر بہت اہم پہلو بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق ہماری فکر، ایمان کی آبیاری، اعمال صالحہ، تواصی بالحق، تواصی بالصبر سے بھی ہے اور حقیقت شرک، حقیقت نفاق اور منہج کے بیان سے بھی ہے۔ یہ سیریز بھی آڈیو، ویڈیو اور کتابی شکل میں دستیاب ہیں۔ ہم دن میں سوشل میڈیا پر ساری دنیا کا content ہم پڑھ رہے ہوتے ہیں، واٹس ایپ، فیس بک و دیگر پلیٹ فارمز پر زیادہ وقت گزرتا ہے مگر شاید اپنے لٹریچر کی طرف توجہ کا معاملہ کم ہے۔ اس کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک بار پڑھنے کے بعد اسے دہرانے کا اہتمام بھی کریں تو اس فکر مزید پختہ ہوگی ان شاء اللہ۔ اسی طرح سلسلۂ اشاعت تنظیم اسلامی کے کتابچوں میں تنظیمی فکر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

ساتویں چیز جس کا رفقاء اور رفیقات سے تقاضا کیا جاتا ہے وہ گھریلو اُسرے کا انعقاد ہے۔ جو رفقاء شادی شدہ ہیں وہ اپنے گھروں میں ہفتہ وار اُسرے کا اہتمام کریں، رفیقات اپنے محرم رشتہ داروں (بھائی، بہنوں، بچوں، والدین) اور شوہر کے ساتھ مل کر گھر میں اُسرہ منعقد کر سکتی ہیں۔ اس کے بڑے فوائد ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے گھرانے کی مثال موجود ہے اور بھی ہمارے دیگر اکابرین جن کے گھروں میں اُسرہ ہوتا رہا ہے وہاں ماشاء اللہ بچے بچیوں کو بہت اچھی تربیت ہوئی ہے۔ کوشش کریں گھریلو اسرے کا انعقاد ہمارے گھروں میں پابندی کے ساتھ ہو۔

زونل سالانہ اجتماع 2026ء کی تیاری

تنظیم اسلامی کا زونل سالانہ اجتماع 7، 8، 9 نومبر 2026ء کو پاکستان میں چار مقامات پر ہو رہا ہے۔ آپ خواتین (رفیقات) سے گزارش ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آسانی کا معاملہ فرمائے، مشکل نہ فرمائے، خیر سے اس کو پایۂ تکمیل کو پہنچائے۔ اگر آپ کا شوہر، کوئی بھائی، والد، بیٹا تنظیم کا رفیق ہے تو آپ اسے اجتماع میں شرکت کے لیے تیار کریں۔ ان کے لیے معاونت کا اہتمام کریں۔ بعض لوگوں نے بچوں کے آنے کی اجازت مانگی، تو 12 برس کی عمر یا اس اوپر کے جو بچے ہیں وہ اپنے والد یا بڑے بھائی کے ساتھ آسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اخلاص نیت عطا فرمائے، آخرت کی فکر اور اپنے ساتھ تعلق کی مضبوطی عطا فرمائے، ہماری رفیقات کو اللہ توفیق دے کہ صحابیاتؓ کا اسوہ سامنے رکھ کر زندگی میں آگے بڑھیں، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سننے اور پڑھنے کا اہتمام کریں، منتخب نصاب، ابوظہبی سیریز اور سلسلۂ اشاعت تنظیم اسلامی کے کتابچوں سے استفادہ کریں۔ گھریلو اسرے کا اہتمام کریں۔ زونل اجتماع کے لیے دعا اور محرم مردوں کو بھیجنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو، ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین!

❁❁❁

ایران اور عرب کی تقسیم کا فائدہ صرف صہیونیوں کو پہنچ رہا ہے، اس لیے مسلم ممالک کو آپس میں متحد ہو جانا چاہیے: رضاء الحق

مکہ معاہدہ میں ایران شامل نہ ہوا تو جنگ پاکستان تک پھیل سکتی ہے: ایوب بیگ مرزا

کسی بھی مستحکم اور پائیدار تبدیلی کے لیے لازمی ہے کہ بنیاد مضبوط ہو، تربیت جتنی پختہ ہوگی، انقلابی جماعت اتنی ہی مضبوط ہوگی: خورشید انجم

یہود و نصاریٰ سے دوستی صریحاً قرآن و سنت کے خلاف ہے اور اس سے اجتناب میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے: ڈاکٹر ضمیر اختر خان

جب ہم سر جھکا کر دنیا میں بھیک مانگنے کے لیے جاتے ہیں تو اپنی پالیسیوں کو گروی رکھ آتے ہیں: ڈاکٹر انوار علی

"زونل سالانہ اجتماع 2026ء میں پروگرام زمانہ گواہ ہے"

میزبان: وسیم احمد

میزبان: قارئین! تنظیم اسلامی کے زونل سالانہ اجتماع 2026ء میں پروگرام زمانہ گواہ ہے میں ہمارے ساتھ شریک گفتگو ہیں تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق محترم ایوب بیگ مرزا صاحب جو امیر تنظیم اسلامی کے سیاسی مشیر ہیں۔ ان کے ساتھ مرکزی ناظم نشر و اشاعت محترم رضاء الحق صاحب موجود ہیں، آپ تنظیم اسلامی کے ترجمان بھی ہیں۔ تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم شعبہ تعلیم و تربیت محترم خورشید انجم صاحب بھی ہمارے ساتھ موجود ہیں، ڈاکٹر انوار علی صاحب جو کہ امیر حلقہ کراچی شرقی ہیں وہ بھی ہمارے ساتھ شریک گفتگو ہوں گے، اس کے علاوہ ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب بھی ہمارے ساتھ موجود ہیں جو تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق بھی ہیں اور دفاعی امور کے بھی ماہر ہیں۔

سوال: 7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے اب تک غزہ میں ایک بہت بڑا انسانی المیہ جنم لے چکا ہے جس کی بنیادی وجہ گریٹر اسرائیل کا صہیونی منصوبہ ہے۔ اسی وجہ سے فلسطینی عوام کی نسل کشی کی جا رہی ہے، مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے لیے مسلم ممالک کو قرآن و سنت کی روشنی میں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے، اس حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف کیا ہے؟

رضاء الحق: 7 اکتوبر 2023ء کے بعد ایک خاص مقصد کے لیے غزہ پر حملہ کیا گیا اور وہ مقصد گریٹر اسرائیل کے منصوبے کی تکمیل ہے جس کے لیے خطے میں جنگ و جدل کا ایک سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ گریٹر اسرائیل کے قیام کی کوششوں کا آغاز 1896ء میں عالمی صہیونی تنظیم کے اجلاس سے ہو چکا تھا جب انہوں نے اپنے پروٹوکولز طے کیے تھے۔ عالمی صہیونی تنظیم کے بانی نے اس کا تصور پیش کیا تھا اور 1902ء میں اس نے اپنی کتاب میں گریٹر اسرائیل کا نقشہ بھی پیش کیا تھا۔ اس منصوبے کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ خلافت عثمانیہ تھی، اس کے خاتمے کے لیے پہلی جنگ عظیم کروائی گئی اور اس کے بعد عالم اسلام کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ کر فلسطین پر قبضہ شروع کیا گیا۔ کچھ زمینیں خریدی گئیں لیکن اکثر زمینوں پر دہشت گردی کے ذریعے قبضہ کیا گیا۔ اس طرح 1948ء میں ارض مقدس میں ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل قائم ہوگئی۔ پھر اس کی توسیع کے لیے انہوں نے مختلف منصوبوں پر کام کیا، عرب اسرائیل جنگیں بھی ہوئیں، معاہدے بھی

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہوئے اور اسرائیل امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی میں آگے بڑھتا رہا۔ بعد میں بھارت بھی اسرائیل کے ساتھ مل گیا۔ قرآن پاک نے آج سے کم و بیش ساڑھے 14 سو سال پہلے خبردار کر دیا تھا:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (المائدہ:82)

"تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔"

آج مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل، امریکہ اور بھارت ابلیسی اتحاد ثلاثہ کی شکل اختیار کر چکے ہیں جو کہ گریٹر اسرائیل کے منصوبے کی تکمیل کے لیے جنگ شروع کر چکے ہیں۔ 7 اکتوبر 2023ء کے بعد غزہ پر حملہ بھی اسی جنگ کا حصہ تھا۔ اس کے بعد وہ مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ صہیونیوں کے عقیدے کے مطابق اُن کا مسیاح (دجال) وہاں بیٹھ کر پوری دنیا پر حکومت کرے گا۔ چونکہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانا اور وہ ابھی تک اپنے نجات دہندہ کے انتظار میں ہیں۔ احادیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ دجال پہلے اپنی نبوت کا اعلان کرے گا اور پھر خدائی کا دعویٰ بھی کرے گا۔ اصل میں یہ حق اور باطل کی جنگ ہے اور فلسطینیوں کی جدوجہد کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ باقی تمام مسلمانوں کے کرنے کا کام یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ فلسطینیوں کے لیے دعا کریں، اس کے ساتھ ساتھ اپنی نسلوں کو حق و باطل کی اس جنگ کے لیے تیار کریں، انہیں بتائیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اسرائیل نواز کمپنیوں کی پروڈکٹس کا بائیکاٹ بھی جاری رکھیں۔ حکومتی سطح پر سب سے پہلے کرنے کا کام یہ ہے کہ عالم اسلام کو متحد کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر اُمت متحد نہیں ہوگی تو اس کا فائدہ لازماً صہیونیوں کو ہوگا اور ہمیں وہ صاف نظر آ رہا ہے۔ ایران اور عرب کی تقسیم سے صرف صہیونیوں کو ہی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس لیے مسلم ممالک کو آپس میں متحد ہو جانا چاہیے۔ احادیث میں خراسان کا ذکر ہے جہاں سے اسلامی لشکر سیاہ جھنڈے لے کر نکلیں گے اور یروشلم میں جا کر گاڑھیں گے، دجال کو شکست ہوگی اور اس کے بعد پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔ ہمیں اسی تناظر میں مستقبل کی تیاری کرنی چاہیے۔ تنظیم اسلامی کا پیغام بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے اپنی ذات پر اسلام کے نفاذ کی جدوجہد کی جائے اور اس کے بعد دوسروں کو بھی دعوت دیں، اور ساتھ اس نظام عدل اجتماعی کو قائم و نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ یہی ایک طریقہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق ہم مستقبل کی تیاری کر سکتے ہیں۔

سوال: 28 فروری 2026ء کو جب اسرائیلی دباؤ پر امریکہ نے ایران پر حملہ کیا، اُس وقت سے یہ جنگ مختلف صورتوں میں جاری ہے۔ حوثیوں کو بھی مکمل پشت پناہی مل رہی ہے جس کی وجہ سے وہ سعودی عرب پر حملے کر رہے ہیں، ہماری مغربی سرحد پر بھی باوجود کوشش کے کشیدگی ختم نہیں ہو رہی۔ مسلم ممالک کو اس باہمی تصادم اور کشیدگی سے نکلنے کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے اور کیا مذاکرات کے ذریعے پائیدار امن قائم ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان: ہمارے لیے قرآن مجید میں رہنمائی موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم) ''بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب تاکہ وہ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا تاکہ وہ لوٹ آئیں۔''

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا میں پھیلنے والے فساد، ظلم اور بگاڑ کا بنیادی سبب خود انسانوں کے اعمال ہیں۔ اسی طرح سورۃ النمل میں ملکہ سبا کا یہ قول نقل ہوا ہے:

﴿قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ﴾

''اُس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کر دیتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ ایسے ہی کرتے ہیں۔''

آج دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو اقتدار کی ہوس، طاقت کا تکبر، قومی مفادات کی بالادستی اور کمزور اقوام کے استحصال کی یہی صورتیں نمایاں نظر آتی ہیں۔ ختم نبوت کے بعد اُمت مسلمہ کو دعوت و ہدایت اور شہادت علی الناس کی ذمہ داری اللہ نے سونپی تھی لیکن ہماری کوتاہیوں اور اقامت دین کی جدوجہد کی راہ سے انحراف کے نتیجے میں دنیا میں پھیلنے والے فکری، اخلاقی اور عملی فساد کے حوالے سے ہم بھی اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ جب دنیا ظلم و فساد کی لپیٹ میں ہے تو ہم نے اصلاحِ احوال کے لیے کیا کردار ادا کیا۔ آج مشرق وسطیٰ سے جنوبی ایشیا تک کی کشیدگیوں کو محض الگ الگ علاقائی تنازعات سمجھنا درست نہیں، ان کے پس منظر میں عالمی طاقتوں کی مداخلت، علاقائی بالادستی کی کشمکش، مسلم ممالک کے باہمی اختلافات، فرقہ وارانہ تقسیم اور قومی سلامتی کے خدشات جیسے مشترکہ عوامل کارفرما ہیں۔ امریکہ اور ایران کی کشیدگی کی بنیادی وجوہات میں ایران کا ایٹمی پروگرام، مشرق وسطیٰ میں اس کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ، اسرائیل کی سلامتی، امریکی اقتصادی پابندیاں اور خلیج فارس میں سٹریٹیجک مفادات شامل ہیں۔ یمن کا بحران داخلی اقتدار کی کشمکش اور علاقائی مداخلت کا نتیجہ ہے۔ 2014ء میں حوثیوں کے دارالحکومت صنعاء پر قبضے اور 2015ء میں سعودی قیادت میں فوجی مداخلت کے بعد یہ بحران مزید پیچیدہ ہو گیا۔ اس میں ایران اور سعودی عرب کے علاقائی اختلافات بھی شامل ہو گئے۔ یمن کی جغرافیائی اہمیت خصوصاً باب المندب اور بحیرہ احمر کے قریب اس کا محل وقوع اس تنازع کو مزید اہم بنا دیتا ہے۔ پاکستان اور افغانستان کی کشیدگی میں بنیادی مسئلہ اعتماد کا فقدان ہے۔ سرحدی سلامتی اور پاکستان میں TTP کی سرحد پار موجودگی اور سرگرمیاں بھی اس میں شامل ہیں۔ پاکستان کو اپنے شہریوں اور سرحدوں کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ تاہم اس مسئلے کا پائیدار حل مؤثر سفارت کاری، باہمی تعاون اور قابل تصدیق حفاظتی اقدامات میں ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلام نے مسلم ممالک کے باہمی تعلقات اور جنگ و امن کے معاملات میں واضح اصول دیئے ہیں۔ پہلا اصول باہمی نزاعات میں اصلاح اور مصالحت ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرائی جائے اور ظلم کرنے والے فریق کو ظلم سے روکا جائے یہاں تک کہ عدل کی بنیاد پر معاملہ طے ہو جائے۔ دوسرا اصول ہر حال میں عدل ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں عدل و انصاف سے نہ ہٹائے، لہٰذا مسلم ممالک اپنے سیاسی، قومی اور مسلکی مفادات سے بالاتر ہو کر عدل کا ساتھ دیں۔ تیسرا اصول صلح اور مذاکرات کو ترجیح دینا ہے۔ اللہ کا یہ حکم ہے کہ اگر مخالف فریق صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی اُس کی طرف مائل ہو جاؤ، چنانچہ جہاں مذاکرات اور سفارت کاری سے تنازعات حل ہو سکتے ہوں وہاں جنگ کو آخری راستہ سمجھنا چاہیے۔ چوتھا اصول انتہائی اہمیت کا حامل اور اس میں خاص طور پر اس وقت افغانستان کو توجہ دینی چاہیے اور ہمیں بھی کم سے کم ماضی کے حوالے سے اظہار افسوس تو کرنا چاہیے۔ اصول یہ ہے کہ کافروں اور یہود و نصاریٰ سے دوستی اور آپس کے اختلافات کی بناء پر مسلمانوں کی دشمنی صریحاً قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اور اس سے اجتناب میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ ہمیں یہ حقیقت سمجھنی ہو گی کہ اُمت مسلمہ کو عالمی سطح پر اپنے نبی ﷺ کی نیابت کرنی ہے جس کا ذریعہ اپنی فکری، اخلاقی اور اجتماعی اصلاح ہے۔

اُمتِ مسلمہ کی نجات حالات کے بدلنے کا انتظار کرنے میں نہیں بلکہ خود کو بدلنے، اپنے نصب العین کو پہچاننے اور اس کے لیے منظم اجتماعی جدوجہد کرنے میں ہے۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات: 10) ''یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔''

جب تک ہم اقامت دین یعنی غلبہ اسلام کی جدوجہد کے اصل مقصد کی طرف واپس نہیں لوٹیں گے دنیا میں اپنا حقیقی کردار ادا نہیں کر سکیں گے۔ اللہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

سوال: مسلم ممالک کے باہمی اختلافات، علاقائی رقابتیں، بیرونی طاقتوں پر انحصار اُمت مسلمہ کے لیے کس حد تک نقصان دہ ہے؟ مکہ معاہدہ خوش آئند ہے، اگر دیگر مسلم ممالک بھی اس میں شامل ہو جائیں تو کیا مسئلہ فلسطین اور مسئلہ کشمیر سمیت دیرینہ مسائل اور تنازعات حل ہو سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اُمت مسلمہ کی اصطلاح بڑی ولولہ انگیز اور خوش کن ہے اور ہمارا جذباتی لگاؤ بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اب یہ تخیلاتی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ حقیقی معنوں میں اس وقت کوئی اُمت مسلمہ نہیں ہے۔ 57 یا 58 مسلمان ممالک ضرور ہیں اور ان کے اپنے اپنے مفادات بھی ہیں، آپس کے تنازعات اور تصادم کی ایک وجہ یہ مفادات بھی ہیں۔ پھر بدقسمتی سے کسی بھی مسلم ملک میں عوامی حکومت نہیں ہے کہ حکمرانوں کو عوام کی پشت پناہی حاصل ہو۔ جب مسلم حکمرانوں کو عوام کی پشت حاصل نہیں رہی تو پھر انہوں نے عالمی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل کر لی تاکہ ان کا اقتدار قائم رہ سکے اور پھر وہ اپنے اقتدار کے لیے ملکی اور قومی مفادات پر سمجھوتہ کرتے ہیں۔ مکہ معاہدے کا نام تو بڑا مقدس ہے، جب یہ معاہدہ ہوا تو ملک کے طول و عرض میں لوگوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اس میں دیگر مسلم ممالک بھی اگر شامل ہو جاتے

تو یہ بہت اچھا تھا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ سعودی عرب کے پاس دولت تو ہے مگر تجربہ کار فوج نہیں ہے۔ جب سعودی عرب کو جنگ درپیش ہوئی تو اس نے پاکستان اور ترکیہ سے مدد حاصل کر لی کیونکہ دونوں ممالک تربیت یافتہ فوج، اسلحہ سازی اور جنگ میں مہارت رکھتے ہیں۔ لہٰذا مکہ معاہدہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شاہی خاندان نے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے دو مسلم ممالک سے عسکری مدد حاصل کر لی۔ یہ وہ معاملہ نہیں ہے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

صرف مکہ کا لفظ استعمال کر کے لوگوں کی جذباتی ہمدردیاں حاصل کر لی گئیں۔ دیگر مسلم ممالک، خاص طور پر ایران اگر اس معاہدے میں شامل نہیں ہوتا تو یہ اُلٹا نقصان دہ ثابت ہوگا۔ امریکہ نے جب ایران پر حملہ کیا تو جواب میں ایران نے خلیجی ممالک پر حملے کیے جہاں امریکہ کے اڈے تھے۔ اس طرح مسلم ممالک میں آپس کی لڑائی شروع ہوگئی۔ اب ایران نے اعلان کیا ہے کہ اگر ہم پر حملہ ہوا تو ہم بحر ہند کو اہداف میں شامل کریں گے۔ اس طرح جنگ پاکستان تک پھیلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہمارے فیلڈ مارشل صاحب اس سے بچنے کے لیے کافی بھاگ دوڑ تو کر رہے ہیں، اللہ کرے کہ وہ کامیاب ہو جائیں۔ جب یہ معاہدہ ہوا تھا تو ڈونلڈ ٹرمپ نے اپنی ٹویٹ میں خوشی کا اظہار کیا تھا، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ معاہدہ کروایا ہی امریکہ نے ہے اور اس کا وبال آخر میں یہ نکلے گا کہ مسلمان آپس میں لڑیں گے، وہ نتیجہ اس وقت نکلتا نظر آ رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے حکمران اس بات کو نہیں سمجھ سکے کہ اگر ایران کو مکہ معاہدہ میں شامل نہ کیا گیا تو جنگ پھیل سکتی ہے۔ 30 اکتوبر کو پاکستان کے کارگو جہاز پر حملہ ہوا ہے۔ توقع تھی کہ جس طرح حوثیوں نے مکہ پر ڈرون حملے کی تردید کی تھی، اسی طرح ایران بھی کرے گا لیکن ابھی تک ایران کی جانب سے تردید نہیں آئی۔ پھر ایران کے اعلیٰ فوجی عہدیدار محسن رضائی نے ایک انٹرویو دیا ہے جس میں مکہ معاہدہ میں شامل تینوں ممالک کے خلاف باتیں کی ہیں۔ جب تک ہمارے حکمران اپنے اقتدار اور ملکی مفادات کو اسلام اور اُمت کے اجتماعی مفادات پر ترجیح دیتے رہیں گے انتشار ختم نہیں ہوگا۔

سوال: فرانس سمیت کئی یورپی ممالک میں احتجاجی تحریکیں چل رہی ہیں، نوجوان بغاوت پر اُتر آئے ہیں، آپ کے خیال میں اس کے اسباب کیا ہیں؟ کیا یہ محض حکومتی پالیسیوں کے خلاف احتجاج ہے یا موجودہ سیاسی و معاشی نظام سے وسیع تر بے زاری اور بغاوت کا ایک معاملہ ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: یہ احتجاجی مظاہرے ستمبر میں فرانس سے شروع ہوئے تھے، ان کی بنیادی وجہ تعلیمی اداروں کی خستہ حالی اور اساتذہ کی کمی تھی۔ وہاں سے یہ تحریک اٹلی، بلجیم، یونان تک پھیلی اور اب تک 10 سے زائد یورپی ممالک اس کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔ اب یہ احتجاج

> **ایک نوجوان محنت کر کے تعلیم حاصل کرتا ہے، ہنر سیکھتا ہے، اس کا جذبہ ہوتا ہے کہ آگے بڑھے اور ملک اور قوم کی خدمت کرے لیکن سرمایہ دار طبقہ اس کی صلاحیتوں کا استحصال کرتا ہے اور اُسے نوکر بنا کر رکھتا ہے۔**

محض حکومتی پالیسیوں کے خلاف نہیں رہا بلکہ اس میں بہت سی دیگر وجوہات بھی شامل ہو چکی ہیں۔ جب اللہ کے دیئے ہوئے نظام سے ہٹ کر کوئی اپنا نظام بنائے گا تو اس کے منفی اثرات بالآخر کھل کر سامنے ضرور آئیں گے۔ لوگوں کو حقوق نہیں مل رہے، مہنگائی کا طوفان تھمنے کا نام نہیں لے رہا، بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ عوام کو اپنے مستقبل کے حوالے سے غیر یقینی صورتحال کا سامنا ہے۔ حکمرانوں نے اپنے مفادات کی خاطر عوام کو فٹ بال بنا کر رکھا ہوا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کو جمہوریت کا لبادہ پہنایا گیا تا کہ عوام دھوکے میں رہیں کہ حکومت وہ بناتے ہیں جبکہ حقیقت میں جمہوریت کی آڑ میں سرمایہ دار طبقہ اقتدار پر قابض ہوتا ہے، وہ جو پالیسیاں بناتے ہیں ان سے سرمایہ دار کا ہی تحفظ ہوتا ہے۔ ایک نوجوان جو محنت کر کے تعلیم حاصل کرتا ہے، ہنر سیکھتا ہے، اس کا جذبہ ہوتا ہے آگے بڑھنے اور ملک اور قوم کی خدمت کرنے کا لیکن سرمایہ دار طبقہ اس کی صلاحیتوں کا استحصال کرتا ہے اور اُسے نوکر بنا کر رکھتا ہے۔ جب استحصال بڑھتا ہے تو پھر ردعمل بھی سامنے آتا ہے اور وہ اب پوری دنیا میں بڑھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔

سوال: امریکہ، اسرائیل اور بھارت کا بڑھتا ہوا باہمی تعاون خطے کے لیے ایک چیلنج بن رہا ہے، ان حالات میں پاکستان اپنی خودمختاری، دفاعی سلامتی اور آزاد خارجہ پالیسی کا تحفظ کیسے کر سکتا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: امریکہ، اسرائیل اور بھارت پر مشتمل ابلیسی اتحاد ثلاثہ پوری دنیا میں اپنی من مانیاں کر رہا ہے اور دنیا پر اپنے غلبے کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ پاکستان چونکہ خطے میں بہت اہم پوزیشن کا حامل ہے لہٰذا اس کی سلامتی کو اس اتحاد سے سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اس خطرے سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک تو جدید ٹیکنالوجی میں آگے بڑھیں، دفاع پر کوئی سمجھوتہ نہ کریں، جوہری اثاثوں اور میزائل پروگرام کو بڑھائیں۔ لیکن یہ کرنے کا واحد کام نہیں ہے۔ جب ہم سر جھکا کر دنیا میں بھیک مانگنے کے لیے جاتے ہیں تو ہم اپنی پالیسیوں کو گروی رکھ آتے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں پاکستان کی جو عزت ہونی چاہیے اُس کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنی معاشی پالیسیوں کو بدلنا ہوگا۔ موجودہ معاشی پالیسیوں کے تحت ہم نے اپنی صنعت و تجارت، زراعت، ٹیکسٹائل سمیت ہر معاشی ذریعے کو تباہ کر دیا۔ اللہ نے ہمیں جو معدنیات عطا کی تھیں اُن سے بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکے۔ ہمیں اپنے سائنسدانوں اور ماہرین کو آگے لانا ہوگا جو ایسی پالیسیاں بنا سکیں کہ پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔

رضاء الحق: نبی کریم ﷺ نے کم و بیش ساڑھے چودہ سو سال قبل خبر دے دی تھی کہ مسلمانوں میں وہن کی بیماری پیدا ہو جائے گی۔ پوچھا گیا وہن کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: (حب الدنیا و کراھیۃ الموت) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

آج یہ بیماری پوری دنیا میں مسلمانوں کے اندر نظر آ رہی ہے۔ انہیں دنیوی مفادات پیارے ہیں، دشمن کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں۔ دوسری بات سورۃ محمدؐ میں بیان ہوئی:

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝﴾

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

ہم نے سود کو تو ختم نہیں کیا اور کہتے ہیں کہ اللہ کی مدد آ جائے، دین کو قائم نہیں کیا، مدد کہاں سے آئے گی۔ اگر اللہ ہماری مدد نہیں کرے گا تو کوئی بھی ہماری مدد نہیں کر سکتا۔ مسئلہ فلسطین کا دو ریاستی حل پاکستان کا سرکاری موقف نہیں تھا۔ اسرائیل ناجائز قابض ہے۔ لیکن اب پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک دو ریاستی حل کی بات کرتے ہیں۔ جبکہ صہیونی فلسطین اور کسی مسلمان کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کے لیے دو ریاستی حل قابل قبول ہی نہیں۔

سوال: پاکستان میں اس وقت جو سیاسی محاذ آرائی چل

رہی ہے، نئے صوبوں کی ڈسکشن ہے، ادارہ جاتی کشمکش ہے، آئین اور قانون کی بالادستی کے حوالے سے بہت سے سوالات ہیں، اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی کے لیے بلدیاتی انتخابات کی بھی بات ہو رہی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں تنظیم اسلامی کا ان مسائل کے حل کے لیے کیا موقف ہے؟

خورشید انجم: ایک مصرع ہے کہ ''ڈور کو سلجھا رہا ہوں اور سرا ملتا نہیں!'' اس سرے کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (صٓ: 24) ''اور یقیناً مشترک معاملہ رکھنے والوں میں سے اکثر ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں''

جہاں بھی شراکتی معاملہ ہوتا ہے تو قرآن کہتا ہے کہ شراکت دار ایک دوسرے کا حق مارتے ہیں۔ یہی معاملہ ملکی سطح پر چل رہا ہے۔ ہر ادارے کی جو قانونی حدود اور ذمہ داریاں ہیں ان کے مطابق وہ کام کرے تو کوئی مسئلہ نہ ہو مگر یہاں جس کو تھوڑا سا بھی اختیار مل جائے تو وہ اپنی حدود کو کراس کرنا شروع کر دیتا ہے۔ آپ 4 کی بجائے 40 صوبے بھی بنالیں، اگر قانون کی حکمرانی نہیں ہے تو وہی کچھ ہوگا جو اب ہو رہا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگا کیونکہ اختیار اور اقتدار مزید بہت سارے لوگوں کے پاس آئے گا اور ایک سر پھٹول شروع ہو جائے گا۔ اسلام کا تیج ورڈ عدل ہے اور اللہ نے جتنا زور عدل پر دیا ہے اتنا کم ہی کسی اور چیز پر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ (المائدہ: 8) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ''

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ (النساء: 135) ''اے اہل ایمان! کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر۔''

ایک ہی بات ہے دو انداز سے کی گئی ہے لیکن مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے کہ عدل وقسط کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت علی ؓ سے منسوب ایک قول ہے کہ کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے ظلم کی حکومت نہیں چل سکتی۔ جنگ عظیم دوم میں لندن پر بمباری ہو رہی تھی، چرچل نے پوچھا کہ کیا برطانوی عدالتوں میں انصاف ہو رہا ہے، جواب ملا: ہو رہا ہے۔ کہا پھر ہم جنگ جیت جائیں گے۔ لیکن ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی عدل کو قائم نہ رکھ سکے۔ ایک لطیفہ یہاں مشہور ہے اگر کسی کو عدل و انصاف چاہیے تو عمر نوح، صبر ایوب اور خزانہ قارون اس کے پاس ہونا چاہیے۔ یعنی قانون کی حکمرانی نہیں ہے اور پھر معاشی استحصال نے طبقاتی تقسیم کو جنم دیا ہے۔ ایک طرف اشرافیہ کی عیاشیاں ہیں، دوسری طرف غریب عوام کی خودکشیاں ہیں۔ ہمارا پورا معاشی نظام سودی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ جاگیردارانہ نظام اپنی جگہ ایک ناسور ہے۔ پھر کرپشن، مفاد پرستی، فراڈ، موروثی سیاست اپنے عروج پر ہے۔ جمہوریت کا نعرہ لگانے والی سیاسی پارٹیوں کے اپنے اندر جمہوریت نہیں موروثیت کا غلبہ ہے۔ قرآن کی تعلیمات کیا ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء: 58) ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو''

عہدے اور مناصب بھی امانت ہیں اور اللہ انہیں اہل اور متقی لوگوں کے سپرد کرنے کا حکم دیتا ہے مگر ہمارے ہاں موروثیت اور مفاد پرستی ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ اگر دجلہ اور فرات کے کنارے کتا بھی بھوک اور پیاس سے مر گیا تو عمرؓ سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی۔ اسلام کا تصور عدل تو یہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الحج: 41) ''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔''

صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا پورا نظام اللہ نے دیا ہے، اس کو قائم کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ اگر اہلیت اور تقویٰ ہوں گے تو پھر یہ نظام بھی صحیح چلے گا۔ اگر یہ نہیں ہوں گے تو میرٹ کی دھجیاں اڑیں گی۔ ہمارے جملہ مسائل کا حل قرآن وسنت کی بالادستی ہے، ہمارا قانون اس کے تابع ہو اور اس کے ساتھ قانون کی حکمرانی ہو تو مسائل حل ہوں گے۔ ورنہ اُلٹے لٹک جائیں، 40 صوبے بنالیں، بلدیاتی نظام لے آئیں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ ایوب خان کے دور میں 22 خاندان تھے جن کے ہاتھوں میں نظام تھا، اب کچھ زیادہ ہو گئے ہوں گے۔ انہی کے ہاتھ میں اقتدار رہے گا اور وہ باقی قوم کا استحصال کرتے رہیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: سیاسی محاذ آرائی کا آغاز اُس وقت ہوا جب اپریل 2022ء میں تحریک انصاف کی حکومت کو ختم کیا گیا، حالانکہ وہ حکومت اس وقت تک عوام میں انتہائی غیر مقبول ہو چکی تھی لیکن جس طریقے سے حکومت کو چلتا کیا گیا اس پر عوام نے راتوں رات ردعمل دیا اور تحریک انصاف کی عدم مقبولیت مقبولیت میں تبدیل ہو گئی۔ اس کے بعد جو انتخابات ہوئے ان میں جس طرح سے نتائج بدلے گئے اس پر بھی عوام کا مزید ردعمل سامنے آیا۔ پھر 26ویں اور 27ویں آئینی ترمیم کے ذریعے آئین کے ساتھ جو کھلواڑ کیا گیا اس نے مزید سیاسی بحران پیدا کر دیا، عدلیہ کا بھی حشر نشر ہو گیا، اپنی مرضی کے جج لگا دیے گئے، ان تمام ناانصافیوں کی وجہ سے عوام کا اعتماد سسٹم پر سے اُٹھ چکا ہے۔ عدل نام کی کوئی شے نہیں رہ گئی۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا معاملہ چل رہا ہے۔ اس سیاسی کشمکش کی وجہ سے معیشت کا اپنی جگہ بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ قرضوں کے انبار لگ گئے ہیں۔ ایک پروفیسر نے کہا کچھ عرصہ قبل تک پاکستان کے پاس موقع تھا کہ وہ رضا کارانہ طور پر ڈیفالٹ کر لیتا تو اس کی معیشت بچ جاتی لیکن اب رضا کارانہ ڈیفالٹ کا وقت بھی گزر چکا ہے اور معیشت کسی صورت بچتی ہوئی نظر نہیں آتی۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا، عدل اختیار نہیں کیا۔ پھر یہ ہے کہ ہمارے ہاں عوامی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ویسے تو ہمارے ملک میں آج تک کبھی انتخابات شفاف نہیں ہوئے لیکن 2024ء کے انتخابات کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ کیا کھلواڑ ہوا ہے۔ ہمارے ہاں سب سے زیادہ عدل کی ضرورت ہے، جب عوام پر زبردستی کسی کو مسلط کیا جائے گا تو عوام اُسے قبول نہیں کریں گے اور انتشار بڑھے گا۔

سوال: جب تنظیم اسلامی انتخابی سیاست کو اقامتِ دین کے اپنے منہج کا بنیادی راستہ نہیں سمجھتی تو انتخابی عمل اور سیاسی مطالبات کے بارے میں اس کا اصولی موقف کیا ہے؟

خورشید انجم: تنظیم اسلامی کا یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ تنظیم اسلامی نہ خود اور نہ اپنے کسی رفیق یا رفیقہ کو انتخابی عمل میں حصہ لینے کی اجازت دے گی۔ بلکہ انتخابی عمل میں کسی کے لیے انتخابی مہم چلانے، کینوسنگ یا پروموشن کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی کا واضح موقف ہے کہ انتخابی عمل کے ذریعے نظام چلایا جا سکتا ہے

لیکن بدلا نہیں جا سکتا۔ اس لیے تنظیم انتخابی سیاست کی بجائے انقلابی سیاست کی قائل ہے۔ البتہ نظری سطح پر تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ نظام کو چلانے کے لیے مارشل لاء کی نسبت جمہوریت بہتر ہے، اس لیے جب تک اسلامی انقلاب نہیں آجاتا ہے انتخابات کا تسلسل جاری رہنا چاہیے۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس ضمن میں ایک مثال پیش کیا کرتے تھے کہ کسی انسان کو زندہ رہنے کے لیے آکسیجن، پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اس کے مسلمان ہونے کے لیے کلمہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر انتخابات نہیں ہوں گے تو لوگوں کے اندر احساس محرومی پیدا ہوگا، سیاسی گھٹن کا ماحول بغاوت کے اثرات پیدا کرے گا۔ لیکن اگر انتخابات ہوتے رہیں گے تو لوگوں میں اقتدار میں شراکت کا احساس باقی رہے اور انتشار اور بغاوت پیدا نہیں ہوگی۔ البتہ اسلامی انقلاب تب آئے گا جب نظام کو بدلنے کے لیے انقلابی جدوجہد ہوگی۔ اس سارے تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے تنظیم اسلامی خود انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت تو نہیں دیتی البتہ ووٹ ڈالنے کی اجازت دیتی ہے۔ اس کے لیے دو شرائط ہیں۔

1: اُمیدوار کسی ظاہری فسق وفجور میں مبتلا نہ ہو۔

2: اس کا تعلق کسی ایسی سیاسی جماعت سے نہ ہو جس کے نظریات منشور میں اعلانیہ اسلام کی مخالفت یا خلاف اسلام شق شامل ہو۔

سوال: سوشل میڈیا کا غلط استعمال، اس کی گمراہ کن اطلاعات، ذہن سازی اور منفی اثرات کی وجہ سے آج نوجوان نسل میں بے چینی پھیل رہی ہے۔ آپ کے خیال میں اس کے بنیادی اسباب کیا ہیں اور اس کا تدارک کیسے ہوگا؟

ڈاکٹر انوار علی: بہت اہم سوال ہے کیونکہ اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے اور یہ تو گلوبل ایشو ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ معاملہ اور بھی سنگین ہو جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے فتنوں میں سے ایک فتنہ فکری الحاد ہے۔ پہلے تو الحاد باقاعدہ خدا کے انکار کو کہا جاتا تھا لیکن اب یہ ایک مادہ پرستانہ لائف سٹائل بن گیا ہے۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے یہ رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کی وجہ سے عام نوجوان Existential Anxiety کا شکار ہو رہا ہے۔ ہر شخص کے دماغ میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ امیر ہونا، لگژری لائف سٹائل اور دنیا کی ساری نعمتوں پر تمہارا حق ہے۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں صرف اس لیے آیا ہے کہ اُسے امیر ہونا ہے۔ اس امارت کے نمونہ جو دکھائے جا رہے ہیں ان میں حیا، شرم، اخلاق وایمان کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ حیا کا نام لینے والا تو اب اجنبی بن گیا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے طور پر قرآن اور سنت کی تعلیمات کا فکری سطح پر احیاء اس وقت بہت ضروری ہے۔ ہمیں اپنے روایتی دعوتی اسلوب سے تھوڑا سا آگے جا کر آج کی زبان میں، آج کی Terminology میں ایک نوجوان ذہن کو ایڈریس کرنا ہوگا۔ اس کے مسائل کو سن کر اس کی لینگویج میں یا کہہ لیجیے کہ وہ لینگویج کم از کم کہ جس کو وہ سمجھ سکے، اس میں سمجھانا ہوگا اور آج کل کے ایشوز کو سمجھتے ہوئے ہمارے محققین، مدرسین اور مبلغین کو کام کرنا ہوگا۔

قرآن وسنت میں سارے مسائل کا حل موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت پورے معاشرے کی اصلاح کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا قرآن وسنت کی تعلیمات کو جدید اسلوب میں عام کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے Gen Z کی بات ہو رہی تھی لیکن اب تو پچاس ساٹھ کی عمر کے لوگ بھی موبائل کی سکرین کے سامنے زومبی بن کر بیٹھے ہوئے ہیں، اُن کا منہ کھلا ہوا ہے، دنیا کا کوئی ہوش نہیں ہے۔ ان کو دوبارہ ہوش میں لانے کے لیے قرآن وسنت سے جوڑنا ہوگا، گھر، خاندانی نظام، حقوق اللہ، حقوق العباد، بچوں اور اہل خانہ کی ذہنی تربیت، اخلاقیات کا درس دوبارہ دینا ہوگا۔ ہمارے علماء، دانشور اور مقررین جو چاہتے ہیں کہ معاشرے کی اصلاح ہو انہیں اس پر خصوصی توجہ دینا ہوگی، اس کے ساتھ ساتھ اپنے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز بنا کر اُن کے ذریعے بھی اصلاح کی کوشش کرنا ہوگی۔

رضاء الحق: ایک بہت بڑا فتنہ موٹیویشنل سپیکرز اور جدید سکالرز کی صورت میں سامنے آرہا ہے جو دین کی ایسی تشریح کر رہے ہیں، جو پہلے کبھی نہیں کی گئی تھی اور نوجوان ایسے سن رہے ہیں، جیسے اُن کے نزدیک وہی صحیح تشریح ہو۔ جبکہ دین کی صحیح تشریح قرآن وسنت اور اسلاف کے منہج کے مطابق ہونی چاہیے۔

سوال: موجودہ عالمی اور ملکی حالات میں رفقائے تنظیم، حکومتِ پاکستان، عوام الناس اور اُمت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہیں اور تنظیم اسلامی کو آئندہ کن فوری اور مستقل ترجیحی اور قابل عمل اقدامات پر توجہ دینی چاہیے؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان: اس صورتحال سے نکلنے کے لیے ہر سطح پر ذمہ داریاں ادا کی جائیں۔ حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ ملک میں عدل وانصاف، قانون کی حکمرانی، معاشی انصاف اور شہریوں کے جان ومال کا تحفظ یقینی بنائے۔ پاکستان کی نظریاتی بنیاد اور دستور کی اسلامی دفعات کا تقاضا ہے کہ اسلامی اصولوں کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے جائیں۔

خارجہ پالیسی میں فلسطین وکشمیر سمیت مظلوم اقوام کے حق میں موثر کردار ادا کیا جائے اور مسلم ممالک کے درمیان اتحاد وتعاون کو فروغ دیا جائے۔ میرے نزدیک تنظیم اسلامی کے رفقاء کو پانچ بنیادی محاذوں پر فوری اور بھرپور توجہ مرکوز کرنی چاہیے: اپنے ایمان کی گہرائی وپختگی کے لیے مطالعہ قرآن حکیم، سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تزکیہ نفس اور الاقرب فالاقرب کے اصول کے تحت دعوت دین کو ترجیح اوّل بنائے۔ دعوت اقامت دین کے لیے قرآن مجید کے پیغام کو عام فہم انداز میں عام کیا جائے اور اسلام کو ایک مکمل نظام زندگی کے طور پر پیش کیا جائے۔ اصلاح معاشرہ کے لیے خاندانی نظام کے تحفظ، اخلاقی اقدار کے فروغ اور بدعنوانی کے خاتمے کی منظم مہمات چلائی جائیں جیسے کہ ہم بالعموم کرتے ہیں۔ اسلامی نظام عدل کے لیے اجتماعی جدوجہد کے علاوہ ماہرین قانون، معیشت اور دیگر شعبوں کے اہل دانش کی معاونت سے اسلامی نظام معیشت، معاشرت اور سیاست کا ایک واضح اور قابل عمل خاکہ قوم کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ ایک تعارف تو اسلام کا ہوتا رہے، اور نوجوان نسل کی تربیت کے لیے جامعات اور تعلیمی اداروں میں نوجوانوں سے براہ راست رابطہ قائم کیا جائے اور پاکستان کا جو مسئلہ ہے اس کو اجاگر کیا جائے کہ پاکستان کا مسئلہ صرف سیاسی اور معاشی نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور نظریاتی ہے، اس کا حل افراد کی اصلاح اور اجتماعی نظام کی تبدیلی دونوں کے لیے بیک وقت منظم جدوجہد میں مضمر ہے، اور تنظیم اسلامی کا ہدف صرف افراد کو نیک بنانا نہیں بلکہ ان کی تربیت کے ذریعے ایک صالح معاشرہ تشکیل دینا اور بالآخر خلافت راشدہ کے نقش قدم پر ایک عادلانہ اسلامی نظام کا قیام ہے۔ اس جدوجہد کا طریقہ پُرامن، آئینی، دعوتی اور نبوی منہج کے مطابق ہونا چاہیے اور ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اُمت مسلمہ کی نجات حالات کے بدلنے کا انتظار کرنے میں نہیں بلکہ خود کو بدلنے، اپنے نصب العین کو پہچاننے اور اس کے لیے منظم اجتماعی جدوجہد کرنے میں ہے، یہی اقامت دین کا راستہ اور پاکستان کے قیام کے حقیقی مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے ان شاء اللہ۔

کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ

عامرہ احسان
amirahsan@gmail.com

ایوب بیگ مرزا: اقامتِ دین کی جدوجہد جس انداز سے تنظیم اسلامی کر رہی ہے میرے ذہن میں نہیں آتا کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ کوئی اور ہوگا۔ تمام تر طریق ہائے کار اور انداز پر غور کرنے کے بعد انسان اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے انقلابی جدوجہد کے سوا کوئی اور حل نہیں ہے۔ البتہ ہر شے کو بہتر سے بہتر بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ میری خواہش ہے تنظیم اسلامی کے ذمہ داران جب گفتگو کریں تو اس میں عدل پر سب سے زیادہ زور دیں تاکہ عدل تنظیم اسلامی کی پہچان بن جائے اور ہر کوئی یہی کہے کہ تنظیم ہمیشہ عدل کی بات کرتی ہے۔ پارٹی وغیرہ سے بالاتر ہو کر حق بات ہو۔ ہمارا 1973ء کا آئین بھی ایک اسلامی آئین بن سکتا ہے جب اُس کی روح کے مطابق اس پر عمل درآمد ہو تو ان شاء اللہ ملک میں عدل واستحکام آئے گا۔

خورشید انجم: ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب ہے ''أین الخلل ؟'' اس میں انہوں نے بڑے اچھے انداز میں واضح کیا ہے کہ اسلامی تحریکوں کی ناکامی کی اصل وجہ تربیت میں کمی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے پہلے اچھے انسان تیار کیے تھے۔ اکبرالہ آبادی نے کہا۔

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے!

ہمیں بدر میں ایک ہزار کے مقابلے میں 313 تو نظر آتے ہیں لیکن یہ نظر نہیں آتا ہے وہ 313 تیار کیسے ہوئے تھے۔ ہمارے ہاں صرف نعرے اور دعوے ہیں، تربیت نہیں ہے۔ کسی بھی مستحکم اور پائیدار تبدیلی کے لیے لازمی ہے کہ بنیاد مضبوط ہو۔ تربیت جتنی پختہ ہوگی، انقلابی جماعت اُتنی ہی مضبوط ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کے دور میں جس طرح منکر پھیل رہا ہے۔ اس کے سدباب کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے نہی عن المنکر کا فریضہ اس اُمت کو سونپا ہے۔ قرآن مجید میں 10 مقامات پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم آیا ہے۔ اس فریضہ کے ادا نہ کرنے والوں کے لیے احادیث میں اور بھی زیادہ سخت وعید ہے۔ لہٰذا دعوت اور نہی عن المنکر کے فرائض کی ادائیگی بھی اسی شدت کے ساتھ ہونی چاہیے جس شدت کے ساتھ منکر پھیل رہا ہے۔ جن جن راستوں سے پھیل رہا ہے وہاں دعوت کے ذریعے بند باندھنے کی ضرورت ہے۔ دعوت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی تازہ دم لوگ تحریک میں داخل ہوں گے اور اتنی ہی منکر اور باطل کی حوصلہ شکنی ہوگی اور انقلابی تحریک آگے بڑھے گی۔

❁❁❁

کرۂ ارض اپنے مدار پر طے شدہ رفتار سے رواں دواں ہے۔ اس کے چوبدریوں کی وہی ہے چال بے ڈھبی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔ امریکی انتخابات (وسط مدتی) کانگریس پر کنٹرول کی جنگ کے حتمی نتائج آنے کو ہیں۔ ٹرمپ بہرطور سخت عدم مقبولیت کا شکار ہے۔ ٹرمپ نے متنازعہ پالیسیوں سے اندرون و بیرون کئی محاذوں پر مخاصمت اٹھا کھڑی کی۔ امریکہ شکستہ صورتحال سے دوچار ہے۔ امریکی مسلمانوں کے لیے بھی یہ انتخابات اہم ہیں۔ امریکہ میں 80 لاکھ مسلم آبادی ہے۔ 12 ریاستوں میں 25 لاکھ رجسٹرڈ ووٹر ہیں، جو نتائج پر اثرانداز ہو سکتے ہیں۔ 23 ریاستوں میں 51 مسلمان مختلف سطح کے انتخابات لڑ رہے ہیں۔ کانگریس کے لیے بالخصوص مشی گن سے عبدل السید ٹرمپ کے اعصاب پر چھایا رہا۔ امریکی سینیٹ میں پہلا مسلمان ہوگا منتخب ہونے پر۔ فرعون کے درباریوں میں موجود ایک مومن درباری نے جو خطاب کیا تھا، اچانک، یکایک، شاید ٹرمپ کی گھبراہٹوں میں اس کا بھی کچھ حصہ ہو۔ صومالی امریکی الہان عمر اور فلسطینی نژاد امریکی راشدہ طلیب بھی انتخابی دوڑ میں شامل ہیں۔ الہان عمر کو ٹرمپ کی بھرپور مخالفت کا سامنا رہا۔ راشدہ طلیب نے اسرائیل کو امریکی فوجی امداد، اسلحے کی فراہمی پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا۔

اسرائیلی انتخابات کا نتیجہ یا ہو اور مخالف گادی آئرن، دونوں کو فیصلہ کن اکثریت نہ دلا سکا۔ دونوں عرب پارٹیاں 19 سیٹوں کی تاریخی کامیابی لے گئیں۔ نتن یاہو کو بدعنوانی کے مقدمات کا سامنا کرنا پڑے گا حکومت نہ بنا پانے کی صورت میں۔ بہرطور ٹرمپ، نتن یاہو کی جان فی الحال اٹکی، لٹکی پڑی ہے حتمی نتائج تک۔ مودی بھی مشکل میں ہے۔ دہلی میں دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت (آبادی کی بنا پر) بھی مخمصے میں ہے۔ اس نیلم پری پر کاگروچ (پارٹی) چڑھ دوڑے۔ کانگریس و دیگر نے بھی اس ہنگام سے فائدہ اٹھاتے الیکشن چیف کے استعفیٰ کے لیے بڑے مظاہرے کر ڈالے۔ 133 ملین نام، ووٹر لسٹوں سے نکالے جانے پر مقدمہ بھی درج ہے۔

گلوب بھر میں مسلمانوں کی زندگیاں اجیرن کرنے والوں کی کسی نہ کسی طور جان شکنجے میں ہے۔ مجموعی طور پر مبنی بر ظلم و استحصال، جبر کا چھایا ہوا نظام دنیا کی آبادی کے لیے ہر جا عذاب بنا کھڑا ہے۔ مٹھی بھر طبقات وسائل دبوچے عوام الناس پر زندگی اجیرن کر رہے ہیں۔ سو جا بجا وہ آواز جو یہ کہتی رہی مختلف نسلوں، زبانوں میں کہ 'چہرے نہیں نظام بدلو'، اب نہایت بلند آہنگ ہو چکی، غزہ کے صبر و ثبات اور شہداء کے خون کی برکت سے۔ فلسطین، کشمیر، 20 سالہ افغانستان جنگ، عراق، شام، مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں امریکی اڈے، نیز افریقہ، جنوبی، وسطی امریکہ مسلم وسائل کی لوٹ مار ایک تلخ تاریخ لیے ہوئے ہے کل عالم میں! یہ تلخ بہت بندۂ مزدور/مجبور/مقہور کے اوقات۔ جن 2 ارب مسلمانوں کے ذمے نہ صرف اقصیٰ و فلسطین تھا، بلکہ پوری انسانیت کے لیے فلاح و صلاح کا ازلی ابدی رہنما نظامِ حیات انہیں تھمایا گیا تھا، وہ اس کا فرض نہ پہچان پائے۔

'نبی ﷺ کو (قیامت تک) تمام دنیا کے انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔' (سبا: 28) جانتے اس لیے بھی نہیں کہ ہم مسلمانوں نے یہ پیغام ان تک نہ پہنچایا! دنیا کے کل انتشار، دکھوں اور فساد کی ذمہ داری بھی پر عائد ہوتی ہے جنہیں خلیفۃ اللہ فی الارض کا منصب قولاً عملاً سکھایا گیا۔ 23 سال تواتر سے جبرئیل امین پیغامِ الٰہی لا کر عظیم معلم محمد ﷺ کے ذریعے تربیت، تعلیم عطا کرتے رہے۔ جس قدس پر فلسطینیوں نے جانیں قربان کیں، 23 لاکھ غزہ کی آبادی نے ہر ظلم اپنی جانوں پر یکہ و تنہا 3 سال سہا۔ 2 ارب سوئے رہے۔ مغرب میں کافر تڑپ اٹھا، ہمارے کان پر جوں نہ رینگی۔ سیاست دان، کرسیوں کے کھیل میں، عوام الناس پیسے کے پھیر میں، نوجوان عیش و راحت جوانیاں منانے میں، طاقتور طبقات، زور آزمائیوں میں، عورت با اختیاری کی لڑائی میں مگن رہے سبھی!

ایک جھلک اسی بیت المقدس کی 15 ہجری میں دیکھیے۔ قیصر روم مسلم فتوحات کے دور میں شمشاط (شام) پہنچا۔ وہاں ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر بیت المقدس کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا: 'اے سوریہ (شام) تجھے الوداعی

سلام، اس کے بعد کبھی ملاقات نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ایک شخص تھا جو مسلمانوں کے ساتھ قید رہ چکا تھا۔ قیصر نے مسلمانوں بارے پوچھا کہ یہ کیسی قوم ہے۔ کہنے لگا: 'یہ دن کے شہ سوار اور رات کو عبادت گزار ہوتے ہیں۔ حرام کا ایک لقمہ نہیں کھاتے۔ جو ان سے پنجہ آزمائی کرتا ہے اس کا صفایا ہی کر دیتے ہیں۔ (اسی دہشت بٹھانے کے عوض دہشت گرد کہنا بنتا ہے!) بادشاہ نے کہا: 'اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو وہ دن دور نہیں جب وہ ہمارے تخت وتاج کے مالک ہو جائیں گے'۔ اور پھر ہو بھی گئے!

شام کی فتح پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (اسلام ایران، عراق، شام، مصر فتح کر چکا تھا!) اپنے گدھے پر سوار ایک طرف دونوں پاؤں لٹکائے ہوئے عام آدمی کی طرح شام پہنچے۔ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ (گورنر شام) نے فرمایا: اے امیر المومنین! ابھی بڑے بڑے لوگ آپ کے استقبال کے لیے آئیں گے (ٹرمپ سے بھی بڑے!) بہتر ہوگا کہ آپ ٹھیک سے بیٹھ جائیں۔ آپ نے فرمایا: 'اللہ نے تمہیں اسلام کے ذریعے سے عزت بخشی ہے، اس کو چھوڑ کر دوسری چیزوں میں تم جتنی بھی عزت پانا چاہو گے وہ تمہیں ذلیل کر دے گا'۔

اور خود گورنر شام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑے کی زین، پانی کا مشکیزہ اور چند برتنوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تمہارا کھانا تیار ہے؟ تو وہ بھی روٹی کے پانی میں بھگوئے گئے ٹکڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قدس کی چابیاں وصول کر کے، اپنے ہاتھ سے صخرہ کی صفائی کی، اپنی چادر میں کچرا بھر کر اسے باہر پھینکا۔ مسجد اقصیٰ میں وہاں نماز پڑھی جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی۔

آج قابض یہودیوں کے بدترین عزائم کے مقابل فلسطینی کوہ گراں بن کر 78 سال سے جانیں نچھاور کر رہے ہیں۔ ان کی عظیم قربانیوں کے لیے پوری مغربی دنیا کے نوجوانوں، بظاہر ناچ گانے میں کھوئے رہنے والوں کو ایک امریکی ریپر (فنکار) نے بلا، دبلا کر اٹھا کھڑا کیا۔ شدید مخالفت کے باوجود اس نے 4 بہت بڑے پروگرام کیے جس میں تقریباً 50 ہزار افراد کی شمولیت ہوئی۔ فلسطین کی آزادی، دنیا بھر کے مظلوموں، استحصال زدہ طبقوں کے لیے ایک انقلابی آواز بلند کی۔ یہ میکلمور تھا جسے پہلے اسی جرم پر ایسے ٹورز سے نکال دیا گیا تھا فلسطین پر اس کے موقف کی بنا پر۔ بے پناہ آمدنی سے محروم کر دیا۔ اس نے پروا کیے بغیر آزاد فلسطین کے لیے اپنے پروگرام الگ جاری رکھنے کا اعلان کیا، تمام فنکار، مشہور ریپر اس کے ساتھ آتے چلے گئے۔ اور یوں یورپ کے بڑے شہروں میں ڈبلن (آئرلینڈ)، لندن، پیرس (قبل ازیں کولوراڈو، امریکہ) میں بھرپور حاضری کے ساتھ یہ پروگرام ہوئے۔ ان کی مکمل بھرپور آمدنی فلسطینی امدادی تنظیموں کو نذر کر دی گئی۔

نوجوانوں کو جذبات کی حدت وشدت سے ان سبھی فنکاروں نے ان میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی۔ فرسودہ نظام بدلنے، ظلم کے خاتمے، سرمایہ دارانہ خون چوس لینے والی جونکوں کی حکمرانی سے نجات کی خواہش غیر محسوس طریقے سے اندر اتر گئی۔ نہایت بااثر اہم شخصیات کی اس میں بطور مہمان اپنے پیغام کے ساتھ شمولیت رہی۔ گریٹا تھنبرگ، موسیقی کی دنیا کے بڑے ناموں کے علاوہ عرب برغوتی لندن میں آئے۔ مروان برغوتی کے بیٹے نے اپنے باپ کی 24 سالہ اسرائیلی جیل میں قید بارے کہا کہ اسرائیلی سمجھتے تھے کہ دنیا اسے بھول جائے گی۔ مگر ظالم نہیں جانتا کہ تم امید کو قید نہیں کر سکتے۔ گریٹا نے کہا صرف پیسہ دینا کافی نہیں۔ صرف نعروں اور ہمدردی سے قبضہ ختم نہ ہوگا۔ سیاسی تبدیلی درکار ہے۔ میکلمور نے کہا کہ ہم نے 3 سال اپنی ہتھیلی (موبائل) پر ہوتا ہوا قتل عام دیکھا ہے۔ (ہر جگہ اس کا پیغام یہی تھا) آنکھوں کے سامنے لٹتی قیامت پر خاموش رہنا اذیت ناک بن گیا۔ سرحدوں اور انسانیت کی تقسیم کو میں کلیتاً رد کرتا ہوں۔ اس کے سارے گیت 'فلسطین کو آزاد کرو' کے گرد گھومتے ہیں۔ تمام شو 'فری فلسطین' کے عنوان سے تھے۔

اس نے کہا میرے 3 بچے ہیں۔ 11 سالہ اور 8 سالہ بیٹیاں، 5 سالہ بیٹا۔ فلسطینی بچوں میں مجھے اپنے بچے نظر آتے ہیں۔ ہمیں جگانے کو اور کتنی زندگیاں (ختم کی جانی) درکار ہیں؟ آئرلینڈ میں جب اس کا نغمہ ختم ہوا تو جذبات سے بھرا، آنسو پونچھتا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتا، فری فلسطین کے فلک شگاف نعرے سامعین کی طرف سے پھٹ پڑے! پھر اس نے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف گایا۔ یہ پروگرام موسیقاری ہے مغربی ثقافت پر مبنی۔ راقمہ نے اسے دیکھنے کی بجائے اس کی تحریری کا رروائی (Transcript) ہر جگہ کی پڑھی ہے لہٰذا نوجوان فلسطین پر عبادت سمجھ کر یہ شوز نہ دیکھیں۔ تفصیل پڑھیں، جذبے کشید کریں۔ سیرت وکردار کی تعمیر کے لیے خلفائے راشدین پر ڈاکٹر محمد الصلابی کی کتب پڑھیں۔ قرآن تو فرض ہے ترجمے سے پڑھنا! 'اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے؟' (سورۃ محمد: 38)

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(31 اکتوبر تا 4 نومبر 2026ء)

جمعرات 29 اکتوبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 30 اکتوبر: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں ارشاد فرمایا۔ بعد نماز جمعہ ظہرانہ پر چند رفقاء سے ملاقات رہی۔ رات کو لاہور آمد ہوئی۔

ہفتہ 31 اکتوبر: دن میں مرکزی اسرہ کے خصوصی اجلاس کی صدارت کی۔ سہ پہر میں شعبۂ نظامت کے اجلاس کی صدارت کی۔ رات میں ختم نبوت فورم پاکستان کی دعوت پر مرید کے میں ایک اجتماع میں شرکت کی اور خطاب کیا۔

اتوار 01 نومبر: دن میں کراچی آمد ہوئی۔

بدھ 04 نومبر: چند احباب کی دعوت پر سینٹرل جیل کراچی میں قیدیوں سے خطاب کیا اور جیل کے چند ذمہ داران سے مختصر ملاقات کی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز مختلف تنظیمی امور انجام دیئے۔ متفقہ قرآنی نصاب کے حوالہ سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ رفقاء واحباب سے تعزیت وعیادت کے حوالہ سے رابطہ رہا۔

بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں

سوشل میڈیا پر ایک تحریر

ہم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہماری زندگی اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہے؟ کیا ہمارے اخلاق، معاملات، کردار اور معاشرت سے اسلام کی خوشبو آتی ہے؟ کیا ہماری ذات سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو فائدہ پہنچتا ہے؟

یاد رکھیے! مسلمان ہونا صرف ایک نام نہیں، بلکہ ایک عہد، ایک ذمہ داری اور ایک امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾﴾ (الذاریات) ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ ہماری زندگی کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ لیکن یہ بندگی صرف نماز، روزہ اور تلاوت تک محدود نہیں، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کے احکام کی پیروی کرنا بھی اس کا حصہ ہے۔

آیئے! ہم اپنی بنیادی ذمہ داریوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بنانا

ہماری سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، معبود اور حقیقی سہارا تسلیم کریں۔ اس کی عبادت کریں، اس سے محبت رکھیں، اسی پر بھروسا کریں اور ہر معاملے میں اس کی رضا کو مقدم رکھیں۔ ہمیں نمازوں کی پابندی کرنی چاہیے، قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر غور و فکر کرنا چاہیے، کثرت سے دعا اور استغفار کرنا چاہیے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: 45) ''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

اگر ہماری نماز ہمیں جھوٹ، بددیانتی، ظلم اور بدزبانی سے نہیں روک رہی تو ہمیں اپنے طرزِ عبادت اور اپنے کردار دونوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ حقیقی کامیابی یہ ہے کہ ہمارا تعلق اللہ سے بھی مضبوط ہو اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمارا برتاؤ بھی درست ہو۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع

دوسری بڑی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی سنت کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: 31) ''کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا صرف زبانی دعویٰ نہیں، بلکہ آپ کے اخلاق، معاملات، عفو و درگزر، عدل، امانت، رحم دلی اور سچائی کو اپنی زندگی میں اپنانا ہے۔ آج اُمت کو ایسے مسلمانوں کی ضرورت ہے جن کے کردار کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو، نہ کہ ایسے لوگوں کی جو اسلام کا نام تو لیں مگر اپنے معاملات سے اس کی تعلیمات کو نقصان پہنچائیں۔

اپنے ایمان اور کردار کی حفاظت

مسلمان کی ایک اہم ذمہ داری اپنی اصلاح کرنا ہے۔ ہم دوسروں کی غلطیاں تلاش کرنے میں بہت وقت صرف کرتے ہیں، لیکن اپنے اندر جھانکنے کی زحمت کم کرتے ہیں۔ ہمیں خود سے پوچھنا چاہیے: کیا میں سچ بولتا ہوں؟ کیا میں وعدہ پورا کرتا ہوں؟ کیا میں امانت میں خیانت سے بچتا ہوں؟ کیا میں کسی کا حق تو نہیں مارتا؟ کیا میرے دل میں تکبر، حسد، بغض اور کینہ تو نہیں؟ کیا میں غیبت، بہتان اور بدگمانی سے بچتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم) یہ حدیث ہمیں سمجھاتی ہے کہ مسلمان کی پہچان صرف اس کی عبادات نہیں، بلکہ اس کا کردار بھی ہے۔ ہمیں ایسا مسلمان بننا ہے جس کی زبان سے خیر نکلے، جس کے ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہنچے، جس کے وعدے پر اعتماد کیا جا سکے اور جس کے وجود سے معاشرے میں امن و سکون پیدا ہو۔

والدین، اہل و عیال اور خاندان کے حقوق

اسلام ہمیں صرف اپنی ذات کی فکر کرنا نہیں سکھاتا، بلکہ اپنے گھر اور خاندان کے حقوق ادا کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: 21) ''اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

والدین کی خدمت، اُن کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کے لیے دعا اور ان کی جائز ضروریات کا خیال رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی طرح بیوی، شوہر، بچوں، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ ہم مسجد میں نیک نظر آئیں لیکن گھر میں ہمارے رویے سے اہلِ خانہ پریشان ہوں، تو ہمیں اپنے کردار کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہماری نیکی کا سب سے پہلا اثر ہمارے اپنے گھر میں نظر آنا چاہیے۔

معاشرے کی اصلاح اور انسانیت کی خدمت

مسلمان کی ذمہ داری صرف اپنی ذات کو نیک بنانا نہیں، بلکہ اپنے معاشرے کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدہ: 2) ''اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔''

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بیماروں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد کریں۔ بھوکوں کو کھانا کھلائیں، پریشان حال لوگوں کی دل جوئی کریں اور معاشرے میں خیر کے کاموں کو فروغ دیں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کسی ضرورت مند کی مدد صرف مال سے نہیں ہوتی؛ کبھی اچھا مشورہ، کسی کی بات سن لینا، کسی کی مشکل آسان کرنا اور کسی کو امید دلانا بھی بڑی نیکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے، اللہ قیامت کے دن اُس کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرمائے گا۔'' (صحیح مسلم: 2699) پس ہمیں ایسا مسلمان بننا ہے جس کی موجودگی دوسروں کے لیے آسانی، خیر اور امید کا سبب بنے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ نیکی کو فروغ دے اور برائی سے روکنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:104) ''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔''

لیکن اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے حکمت، علم، اخلاص، نرمی اور مناسب طریقۂ کار ضروری ہیں۔ ہمیں دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ کسی کو نصیحت کرتے وقت اُس کی عزتِ نفس کا خیال رکھنا چاہیے، اس کی تذلیل نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی دین کے نام پر ظلم یا زبردستی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ہماری دعوت کا انداز ایسا ہو کہ لوگ دین سے قریب ہوں، اُس سے بدظن نہ ہوں۔

اُمّت مسلمہ کے اتحاد کی ذمہ داری

آج اُمّت مسلمہ کو جن بڑے مسائل کا سامنا ہے، اُن میں باہمی اختلاف، گروہ بندی، تعصب، نفرت اور ایک دوسرے کے حقوق سے غفلت بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران:103) ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قرآن و سنت سے وابستگی اختیار کریں، حق بات کو قبول کریں، اختلاف میں اخلاق کا دامن نہ چھوڑیں اور اُمّت کے اجتماعی مفاد کو اہمیت دیں۔ یاد رکھیے! اتحاد کا مطلب یہ نہیں کہ ہر علمی اختلاف ختم ہو جائے، بلکہ یہ ہے کہ اختلاف کے باوجود انصاف، احترام، خیر خواہی اور باہمی تعاون برقرار رہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو گرانے کے بجائے سنبھالنا، توڑنے کے بجائے جوڑنا اور نفرت کے بجائے محبت کو فروغ دینا چاہیے۔

اقامتِ دین اور اجتماعی ذمہ داری

اسلام ہمیں اپنی انفرادی زندگی کی اصلاح کے ساتھ اجتماعی زندگی کو بھی اللہ کی ہدایت کے مطابق بہتر بنانے کی دعوت دیتا ہے۔ اقامتِ دین کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی ذات، خاندان، معاشرت، تعلیم، معیشت اور اجتماعی معاملات میں اسلامی اصولوں کو اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم: دین کا صحیح علم حاصل کریں اور دوسروں تک حکمت کے ساتھ پہنچائیں۔ عدل، دیانت، امانت اور حقوق العباد کو فروغ دیں۔ تعلیم و تربیت اور دعوت و اصلاح کے کاموں میں حصہ لیں۔ مظلوم کا ساتھ دیں اور ظلم سے بچیں۔ اپنے اجتماعی کاموں میں مشاورت، اخلاص اور جواب دہی کو اہمیت دیں۔ ہر جائز اور پُرامن طریقے سے معاشرے میں بھلائی اور انصاف کے فروغ کے لیے کوشش کریں۔ اقامتِ دین محض نعرے لگانے کا نام نہیں، بلکہ دین کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے اور معاشرے میں خیر و اصلاح کے لیے مسلسل محنت کرنے کا نام ہے۔ ہماری دعوت کی قوت ہمارے کردار، ہمارے اخلاص اور ہمارے عمل سے پیدا ہونی چاہیے۔

وقت، صلاحیت اور مال کو اللہ کی راہ میں استعمال کرنا

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ کسی کو علم دیا، کسی کو مال، کسی کو قوتِ بیان، کسی کو انتظامی صلاحیت اور کسی کو خدمت کا جذبہ۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان صلاحیتوں کو صرف اپنی ذات کے فائدے کے لیے استعمال نہ کریں، بلکہ دین، انسانیت اور معاشرے کی بہتری کے لیے بھی بروئے کار لائیں۔ طالب علم اپنی تعلیم میں محنت کرے، استاد نئی نسل کی صحیح تربیت کرے، تاجر دیانت داری اختیار کرے، ملازم اپنے فرائض پورے کرے، صاحب مال ضرورت مندوں کی مدد کرے اور صاحب علم لوگوں کی رہنمائی کرے۔ ہر شخص اپنی جگہ دین اور انسانیت کی خدمت کر سکتا ہے۔ ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ہمارے پاس وسائل کم ہیں، اس لیے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اصل سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں دیا ہے، ہم اسے کس مقصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں؟

نئی نسل کی دینی و اخلاقی تربیت

ہماری ایک بڑی ذمہ داری بچوں اور نوجوانوں کی ایسی تربیت کرنا ہے جس سے ان کے اندر ایمان، علم، سچائی، خود اعتمادی، حیا، احترام اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا ہو۔ ہمیں ان کے سامنے صرف نصیحتیں نہیں کرنی چاہئیں، بلکہ اپنے کردار سے مثال بھی پیش کرنی چاہیے۔ اگر ہم بچوں کو سچ بولنے کا حکم دیں لیکن خود جھوٹ بولیں، انہیں نماز کی تلقین کریں لیکن خود نماز سے غافل رہیں، انہیں احترام سکھائیں لیکن خود دوسروں کی توہین کریں، تو ہماری بات کا اثر کم ہو جائے گا۔ آنے والی نسل ہماری تقریروں سے زیادہ ہمارے طرزِ عمل سے سیکھتی ہے۔ اس لیے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم گھروں، تعلیمی اداروں اور معاشرے میں ایسا ماحول پیدا کریں جہاں دین کی تعلیم، اچھا کردار، مثبت سوچ اور تعمیری جدوجہد پروان چڑھے۔

وقت کا محاسبہ اور آخرت کی تیاری

دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی۔ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے ہر دن کا حساب اپنے ضمیر کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کی جواب دہی کے احساس کے ساتھ کرنا چاہیے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارا وقت کہاں صرف ہو رہا ہے، ہماری صلاحیتیں کس کام میں لگ رہی ہیں اور ہماری زندگی سے کتنی بھلائی پیدا ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ خسارے میں ہیں: صحت اور فراغت۔'' (صحیح بخاری)

لہٰذا وقت کی قدر کیجیے، علم حاصل کیجیے، نیک اعمال میں آگے بڑھیے، گناہوں سے توبہ کیجیے اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کیجیے۔ ہمیں اپنی زندگی کا مقصد واضح رکھنا چاہیے اور ہر روز یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آج کا دن گزشتہ دن سے بہتر ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں کئی پہلو رکھتی ہیں: اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا۔ اپنے کردار اور اخلاق کی اصلاح کرنا۔ والدین اور اہلِ خانہ کے حقوق ادا کرنا۔ انسانیت کی خدمت کرنا۔ نیکی کو فروغ دینا اور برائی سے حکمت کے ساتھ روکنا۔ اُمّت کے اتحاد اور خیر خواہی کے لیے کوشش کرنا۔ اقامتِ دین اور معاشرتی اصلاح میں حصہ لینا۔ اپنی صلاحیتوں کو خیر کے لیے استعمال کرنا۔ آخرت کی جواب دہی کے لیے تیاری کرنا۔ آیئے! آج ہم محض سننے والے نہ بنیں، بلکہ عمل کرنے کا عہد کریں۔ اگر ہم نماز میں پابندی اختیار کریں، اپنے معاملات میں سچائی لے آئیں، اپنے گھروں میں محبت پیدا کریں، اپنے معاشرے میں انصاف کا ساتھ دیں، ضرورت مندوں کی مدد کریں اور اپنے کردار سے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کریں تو ہماری زندگی خود ایک مؤثر دعوت بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے، اپنی ذمہ داریوں کو پہچاننے اور اخلاص کے ساتھ انہیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، ہمارے اخلاق سنوار دے، ہمارے اعمال درست فرما، ہمارے دلوں میں اُمّت کی خیر خواہی پیدا فرما اور ہمیں اپنے دین، اپنے والدین، اپنے خاندان اور پوری انسانیت کے حقوق ادا کرنے والا بنا دے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

تکبر، ایک موذی مرض

ڈاکٹر عابدہ سلمان

خود کو افضل دوسروں کو حقیر جاننے کا نام تکبر ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ)) ''تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔'' (رواہ مسلم)

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''تکبر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھے۔'' (مفردات الفاظ قرآن، ص 697) جس کے دل میں تکبر پایا جائے اسے ''مُتَكَبِّر'' اور مغرور کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾ (النحل) ''بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔''

ایک اور مقام پر فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل) ''اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔''

متکبرین کے بارے میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ (النحل) ''اب جہنم کے دروازوں میں جاؤ کہ ہمیشہ اس میں رہو تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا۔''

متکبرین کے لیے بروز قیامت رسوائی:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن متکبرین کو انسانی شکلوں میں چیونٹیوں کی مانند اٹھایا جائے گا، ہر جانب سے ان پر ذلت طاری ہوگی، انہیں جہنم کے بُولس نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں طِینَۃُ الْخَبَال یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔'' (ترمذی)

تکبر کی تین قسمیں اور ان کا حکم:

(1) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تکبر: تکبر کی یہ قسم کفر ہے۔ جیسے فرعون کا کفر کہ اس نے کہا تھا:

﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾ (النّٰزعٰت)

''میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔''

فرعون کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بھیجا مگر اس نے ان دونوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے مقابلے میں تکبر: تکبر کی یہ قسم بھی کفر ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ تکبر جہالت اور بغض و عداوت کی بنا پر رسول کی پیروی نہ کرنا یعنی خود کو عزت والا اور بلند سمجھ کر یوں تصور کرنا کہ عام لوگوں جیسے ایک انسان کا حکم کیسے مانا جائے، جیسا کہ بعض کفار نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں حقارت سے کہا تھا:

﴿اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا﴾ (الفرقان)

''کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔''

اور یہ بھی کہا تھا:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ (الزخرف) ''کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔''

(3) بندوں کے مقابلے میں تکبر:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی پر تکبر کرنا، وہ اس طرح کہ اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو حقیر جان کر اس پر بڑائی چاہنا اور مساوات یعنی باہم برابری کو ناپسند کرنا۔ یہ صورت اگرچہ پہلی دو صورتوں سے کم تر ہے مگر یہ بھی حرام ہے اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے کیونکہ کبریائی اور عظمت بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے نہ کہ عاجز اور کمزور بندے کے۔''

(احیاء العلوم، ج 3، ص 424)

تکبر کے آٹھ اسباب و علاج:

(1)..... تکبر کا پہلا سبب علم ہے کہ بعض اوقات انسان کثرت علم کی وجہ سے تکبر کی آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ مُعَلِّمُ الْمَلَكُوْت کے منصب تک پہنچنے والے شیطان کے انجام کو یاد رکھے کہ اس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے افضل قرار دیا تھا مگر اسے اس تکبر کے نتیجے میں قیامت تک کی ذلت و رسوائی ملی اور وہ جہنم کا حقدار ٹھہرا۔ کہیں یہ تکبر ہمیں بھی تباہ و برباد نہ کر دے۔

(2)..... تکبر کا دوسرا سبب عبادت و ریاضت ہے کہ بندہ کثیر عبادت و ریاضت کے سبب اس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ سوچے میں اگر بہت زیادہ عبادت کرتا ہوں تو اس میں میرا کیا کمال ہے؟ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، نیز عبادت تو وہی مفید ہوگی جس میں نیت درست ہو، تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔ بندہ اپنے آپ کو یوں ڈرائے کہ کیا خبر یہ عبادت جس پر میں گھمنڈ کر رہا ہوں وہ میرے اس تکبر کے سبب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کے بجائے مردود ہو جائے اور جنت میں داخلے کے بجائے جہنم میں داخلے کا سبب بن جائے۔

(3)..... تکبر کا تیسرا سبب مال و دولت ہے کہ جس کے پاس کار، بنگلہ، بینک بیلنس اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر ہوں وہ بھی بسا اوقات تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اس بات کا یقین رکھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ اسے یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے جانا پڑے گا، کفن میں تھیلی ہوتی ہے نہ قبر میں تجوری، پھر قبر کو نیکیوں کا نور روشن کرے گا نہ کہ سونے چاندی اور مال و دولت کی چمک دمک۔ لہٰذا اس فانی اور ساتھ چھوڑ جانے والی شے کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے اللہ تعالیٰ کو کیوں ناراض کیا جائے؟

(4)..... تکبر کا چوتھا سبب حسب و نسب ہے کہ بندہ اپنے آباء و اجداد کے بل بوتے پر اکڑتا اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنا یہ ذہن بنائے کہ دوسروں کے کارناموں پر گھمنڈ کرنا عقلمندی نہیں بلکہ جہالت ہے اور آباء و اجداد پر فخر کرنے والوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے فوت شدہ آباء و اجداد پر فخر کرنے والی قوموں کو باز آجانا چاہیے کیونکہ وہی جہنم کا کوئلہ ہیں، یا وہ قومیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک گندگی کے ان کیڑوں سے بھی

حقیر ہو جائیں گی جو اپنی ناک سے گندگی کو کریدتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا تکبر اور ان کا اپنے آباء پر فخر کرنا ختم فرما دیا ہے، اب آدمی متقی و مومن ہوگا یا بدبخت و بدکار، سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔" (ترمذی)

(5)..... تکبر کا پانچواں سبب عہدہ و منصب ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنا یہ ذہن بنائے کہ فانی پر فخر نادانی ہے کیونکہ عزت و منصب کب تک ساتھ دیں گے؟ جس منصب کے بل بوتے پر آج اکڑتے ہیں، کل کو چھن گیا تو انہی لوگوں سے منہ چھپانا پڑے گا جن سے آج تحقیر آمیز سلوک کرتے ہیں۔ آج جن لوگوں پر چیخ چیخ کر حکم چلاتے ہیں ہوسکتا ہے کل ان سے ہی کوئی ایسا کام پڑ جائے جو ہمارے تکبر کو خاک میں ملا دے۔ اس لیے کیسا ہی منصب یا عہدہ مل جائے پر اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیے۔

(6)..... تکبر کا چھٹا سبب کامیابی و کامرانی ہے کہ جب کسی کو پے در پے کامیابیاں ملتی ہیں تو وہ ناکام ہونے والے لوگوں کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ یہ نہ بھولے کہ وقت ایک سا نہیں رہتا، بلندیوں پر پہنچنے والوں کو اکثر واپس پستی میں بھی آنا پڑتا ہے، ہر کمال کو زوال ہے، کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ اسے اپنا کمال تصور کرتے ہوئے دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ بندہ یہ بھی ذہن بنائے کہ جسے میں کامیابی سمجھ رہا ہوں وہ فقط دنیا کی کامیابی ہے جو ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی، اصل کامیابی تو یہ ہے کہ میں اس دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں، دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کروں، اپنے رب عزوجل کو راضی کرلوں۔

(7)..... تکبر کا ساتواں سبب حسن و جمال ہے کہ بندہ اپنے ظاہری حسن و جمال کے سبب تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنی ابتدا و انتہا پر غور کرے کہ میرا آغاز ناپاک نطفہ اور انجام سڑا ہوا مردہ ہونا ہے، نیز عمر کے ہر دور میں حسن یکساں نہیں رہتا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ماند پڑ جاتا ہے۔ یہ بھی پیش نظر رکھے کہ میرے اسی حسن و جمال والے بدن سے روزانہ پیشاب، پاخانہ، بدبودار پسینہ، میل کچیل اور دیگر گند نکلتا ہے، تو کیا ان چیزوں کے ہوتے ہوئے فقط ظاہری حسن و جمال پر تکبر کرنا زیب دیتا ہے؟ یقیناً نہیں۔

(8)..... تکبر کا آٹھواں سبب طاقت و قوت ہے کہ جس کا قد کاٹھ اچھا ہو، کھاتا پیتا اور سینہ چوڑا ہو تو وہ بسا اوقات کمزور جسم والے کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کا یوں محاسبہ کرے کہ طاقت و قوت اور پھرتی تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے بلکہ انسان سے زیادہ ہوتی ہے تو پھر اپنے اندر اور جانوروں میں مشترکہ صفت پر تکبر کرنا کیسا؟ حالانکہ ہمارے جسم کی طاقت و قوت کا تو یہ حال ہے کہ تھوڑا سا بیمار ہو جائیں تو طاقت کا سارا نشہ اتر جاتا ہے، معمولی سی گرمی برداشت نہیں ہوتی، اگر خدانخواستہ اس تکبر کی وجہ سے کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا اور جہنم میں شدید آگ کا عذاب دیا گیا تو اُسے کیسے برداشت کریں گے؟

(احیاء العلوم، ج3، ص426)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو تکبر جیسے موذی مرض سے بچائے اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 36 سال تعلیم ایم بی اے، ایم فل، ایم اے اسلامیات، فہم دین کورس، تیسری شادی کے لیے (پہلے دو بیویوں سے بوجہ علیحدگی) دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4010417

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

گوشۂ انسدادِ سود

آواز لیڈ ل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1658 دن گزر چکے!

سود کی خباثتیں

جب سود کو سرمایہ کاری کی اساس کے طور پر قبول کیا جائے تو اس کی خباثتیں اتنی سمتوں سے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ اتنے اعتبارات سے انسان کی خوش حالی پر حملہ آور ہوتا ہے کہ ان کا انتہائی مختصر ذکر بھی فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کا مفہوم سمجھانے کے لیے کافی ہے۔ ذیل میں سود کی تباہ کاریوں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے:

1- محنت کی ناقدری ۔ سرمائے کی برتری:

دنیا میں ہر کام کے لیے محنت اور سرمایہ لگانا پڑتا ہے خواہ اس کام کا تعلق صنعت و حرفت سے ہو یا زراعت و تجارت سے۔ پھر کوئی بھی کام ایسا نہیں جس میں نقصان کا خطرہ نہ ہو۔ لیکن سرمایہ دار سود کی وجہ سے ہمیشہ ایک لازمی اضافے کا حق دار قرار پاتا ہے اور اسے کبھی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ انسانی محنت اگر ضائع بھی ہو جائے تب بھی سرمایہ دار اپنا سود چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ یہ صورتِ حال عقل، منطق، اخلاقیات غرض ہر اعتبار سے غیر منصفانہ ہے۔

2- تہذیب و تمدن کا قتل:

سودی نظام کا عملی اطلاق (Application) دراصل انسانیت پر سرمائے کی فوقیت کو تسلیم کرنے کا اعلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نئی تہذیب میں شرافت، ہمدردی، رزقِ حلال اور انسان کی قیمت گرتی جا رہی ہے اور لالچ، حرص، لوٹ کھسوٹ اور فراڈ سب سے مؤثر اور توانا جذبے بنتے جا رہے ہیں۔ بعض اوقات سودی قرض لینے والے کی تمام کمائی، وسائل یہاں تک کہ گھر اور گھر میں موجود ضروریات زندگی پر بھی قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ صورتِ حال اس سنگینی کو بھی پہنچ جاتی ہے کہ انسان خودکشی پر اور اپنے بھوک سے بلبلاتے بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن خواہ کوئی ضرورت مند بیماری، بھوک، افلاس سے کراہ رہا ہو یا بے روزگار اپنی زندگی سے بے زار ہو، سود خور کی شقاوت و سنگ دلی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے صرف اپنے نفع سے غرض ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ "سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات"، از حافظ انجینئر نوید احمد

دادا جان کی زبانی:
پیارے نبی ﷺ کی بچوں سے محبت کی کہانی

حبیب آصف فتح (مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا، کمرے میں ہلکی سی دھیمی روشنی تھی اور تمام بچے اپنے اپنے بستروں میں لیٹے دادا جان کا انتظار کر رہے تھے۔ روزانہ کی طرح آج بھی بچوں نے دادا جان کو گھیر لیا اور ضد کرنے لگے کہ دادا جان! آج سونے سے پہلے ہمیں کوئی بہت پیاری کہانی سنائیں۔ دادا جان نے مسکراتے ہوئے اپنے چشمے کو درست کیا، سب بچوں پر شفقت بھری نظر ڈالی اور بولے: ''میرے پیارے بچو! آج میں تمہیں کوئی پریوں یا جنوں کی فرضی کہانی نہیں، بلکہ ایک ایسی سچی اور پیاری بات سناؤں گا جو تمہارے دلوں کو نور اور محبت سے بھر دے گی۔ آج میں تمہیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بچوں سے محبت کے قصے سناؤں گا۔''

دادا جان نے بات شروع کرتے ہوئے کہا: ''پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بے شمار انسانوں کو پیدا کیا اور ہم سب کی ہدایت کے لیے اپنے آخری اور سب سے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھیجا۔ آپ ﷺ اس کائنات کے سب سے زیادہ مہربان انسان تھے۔ یوں تو آپ کی پوری زندگی ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، لیکن بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا پیار بھرا سلوک اتنا پیارا ہے کہ سن کر ہی دل کو سکون مل جاتا ہے۔'' دادا جان نے بچوں کو اپنے قریب کرتے ہوئے کہا: ''ذرا سوچو بچو! جب ہمارے پیارے نبی ﷺ مدینہ منورہ کی کسی گلی سے گزرتے اور وہاں تم جیسے چھوٹے بچے کھیل رہے ہوتے، تو آپ ﷺ کبھی بھی منہ موڑ کر نہیں گزرتے تھے۔ آپ ﷺ وہیں رک جاتے، مسکراتے ہوئے اُن بچوں کو خود سلام کرتے، اُن کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور اُن سے پیاری پیاری باتیں کرتے۔ بچے بھی آپ ﷺ کو دیکھ کر اتنے خوش ہوتے کہ دوڑ کر آپ ﷺ کے پاس آجاتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی بچوں سے غصے یا اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ کھلے دل سے ان کا استقبال کرتے تھے۔''

بچے بہت غور سے دادا جان کی بات سن رہے تھے۔ دادا جان نے ایک اور دلچسپ واقعہ سنایا: ''آپ ﷺ کو اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بے پناہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے اور سجدے میں تھے، کہ چھوٹے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ آکر آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ اب ذرا سوچو بچو! آپ ﷺ نے کیا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے سجدہ اتنا لمبا کر دیا کہ بچہ کھیل کر اپنی مرضی سے آرام سے اتر جائے۔ نماز کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرا بیٹا میری پیٹھ پر تھا، میں نے اسے جلدی اتارنا مناسب نہ سمجھا۔ کیسا پیارا اور شفقت بھرا انداز تھا ہمارے نبی کا!''

دادا جان نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا: ''ایک اور مرتبہ آپ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں نواسے مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ سے اُن کا یوں لڑکھڑا جانا دیکھا نہ گیا اور آپ ﷺ فوراً منبر سے نیچے اترے، دونوں کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور منبر پر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ آپ ہمیشہ بچوں کو محبت اور اہمیت دیتے تھے۔ کبھی حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت حسنؓ کو اپنے گھٹنوں پر بٹھا کر ان کے لیے پیاری پیاری دعائیں مانگتے، تو کبھی بچوں کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا کر سیر کرواتے۔''

دادا جان نے سونے کے لیے لیٹے ہوئے بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے سمجھایا: ''بچو! آپ ﷺ بچوں کی تربیت بھی بہت حکمت اور محبت سے کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک چھوٹے بچے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے ہوئے پلیٹ میں ہر طرف ہاتھ مار رہے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں بالکل نہیں ڈانٹا، بلکہ پیار سے اُن کا ہاتھ پکڑ کر سکھایا کہ اے بچے! بسم اللہ پڑھو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اس پیارے انداز کا اثر یہ ہوا کہ وہ بچہ زندگی بھر اس بات کو نہ بھولا۔''

دادا جان نے کہانی مکمل کرتے ہوئے مدھم آواز میں کہا: ''میرے پیارے بچو! اب سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ لیکن سونے سے پہلے یہ بات یاد رکھنا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی یہ سنت ہے کہ ہم بھی اپنے چھوٹوں سے پیار کریں، اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھیں، دوستوں سے نرمی سے بات کریں اور بڑوں کا ادب کریں۔ اگر ہم آپ ﷺ کی ان سنہری باتوں پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے بہت خوش ہوگا۔ اب چلو، شب بخیر! بسم اللہ پڑھ کر سونے سے قبل کی مسنون دعا، پڑھو آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔''

❁❁❁

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

☆ خیبر پختونخوا زون کے سابقہ نائب ناظم اعلیٰ محترم میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-5903211

☆ حلقہ کراچی وسطی، راشد منہاس جوہر 1 کے رفیق محترم فرخ نسیم کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0332-3571557

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان غربی کے ناظم بیت المال محترم منور حسین کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0301-7517453

☆ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور شہر کے رفیق محترم عثمان علی کے چچا وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-5042508

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فری ڈاکٹرز آف فلسطین)

- لاکھوں فلسطینی مسلسل چوتھے سال بے گھر ہونے اور چوتھے موسم سرما میں غیر معیاری خیموں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، جہاں بارش، سردی اور سیلاب کے خطرات اُن کی مشکلات میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے عہدیدار اجیت سونگھے کا کہنا ہے کہ بیشتر خیمے بارش سے تحفظ فراہم کرنے کے قابل نہیں۔ خیموں اور گنجان پناہ گزین مراکز میں ہزاروں خاندان لکڑیاں جلا کر کھانا پکانے پر مجبور ہیں، لکڑیوں کے دھوئیں سے صحت اور ماحول کو لاحق خطرات بڑھ رہے ہیں کیونکہ قابض اسرائیلی فوج نے غزہ کی پٹی میں کھانا پکانے کی گیس کی ترسیل مکمل طور پر روک دی ہے۔ غزہ کی جنرل پیٹرولیم اتھارٹی کے مطابق، سرحدی گزرگاہ پر موجود گیس سے لدے تمام ٹرک سامان اتارے بغیر واپس بھیج دیے گئے۔ جنگ بندی کے انتظامات کے تحت اسرائیل کے زیرِ کنٹرول غزہ کے علاقے 53 سے بڑھ کر 63 فیصد تک پہنچ چکے ہیں۔ غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق، 7 اکتوبر 2023ء سے جاری اسرائیلی جارحیت میں شہداء کی مجموعی تعداد 74570 اور زخمیوں کی تعداد 175808 ہوگئی ہے۔ 10 اکتوبر 2025ء سے جنگ بندی کے بعد بھی 29 اکتوبر 2026ء تک 574 فلسطینی شہید اور 5687 زخمی ہو چکے ہیں جبکہ ملبے سے 845 لاشیں نکالی جا چکی ہیں۔
- قابض اسرائیلی فوج نے رام اللہ کے مشرق میں واقع قصبے الطیبہ کے علاقے ابوفراع میں بدو آبادی پر صوتی بم پھینکے، جس سے بچوں میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا، جبکہ آبادکاروں کے حملوں کی نگرانی کے لیے نصب کیے گئے کیمرے بھی توڑ دیے۔
- مقبوضہ مغربی کنارے کے شہر الخلیل میں قابض افواج نے 200 سے زائد فلسطینی خاندانوں کو گھر خالی کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ فلسطینی علاقوں میں جبری بے دخلی کی کارروائیاں غزہ کے ساتھ مغربی کنارے میں بھی جاری ہیں، جس سے مقامی آبادی کے لیے رہائش، تحفظ اور معمول کی زندگی برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔
- بین الاقوامی تنظیم سیو دی چلڈرن کے مطابق غزہ سے بچوں کے بیرونِ ملک طبی انخلا میں 75 فیصد کمی ہوئی ہے، تقریباً 21 ہزار مریض اور زخمی ضروری علاج کے لیے بیرونِ ملک جانے کی اجازت کے منتظر ہیں، جن میں ایک چوتھائی بچے ہیں۔ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں فلسطینی بچوں کے لیے قائم محفوظ مرکز ''چھوٹا غزہ'' مالی وسائل کی کمی کے باعث بند ہونے کے خطرے سے دوچار ہے۔
- برطانیہ میں تقریباً 57 ہزار شہریوں نے ایک پارلیمانی عرضداشت پر دستخط کر کے غزہ میں اسرائیلی جنگ کے دوران برطانوی حکومت کے کردار کی آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ عرضداشت پر اب تک 56947 افراد دستخط کر چکے ہیں۔ اس میں اسرائیل کو ہتھیاروں کی فروخت اور فراہمی، جاسوس طیاروں کے استعمال، برطانوی شاہی فضائیہ کے اڈوں سے متعلق معاملات اور غزہ پر پروازوں کے دوران جمع کی گئی انٹیلی جنس معلومات کی تفصیلات سامنے لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک لاکھ دستخط مکمل ہونے پر پارلیمنٹ میں اس معاملے پر بحث ہو سکتی ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **ایران: برطانوی بحریہ، فضائیہ اور خفیہ ایجنسی دہشت گرد تنظیمیں قرار:** برطانیہ کے ساتھ بڑھتی ہوئی کشیدگی کے دوران ایران نے برطانوی رائل نیوی، رائل ایئر فورس اور خفیہ ایجنسی ایم آئی سکس کو دہشت گرد تنظیموں کی فہرست میں شامل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اقدام برطانیہ کی جانب سے پاسدارانِ انقلاب کو دہشت گرد تنظیم قرار دینے کے فیصلے کا جواب ہے۔
- **اسرائیل: حکومت سازی کے لیے عرب جماعتوں سے اتحاد کی تجویز:** انتخابات کے بعد کسی سیاسی اتحاد کو حکومت بنانے کے لیے درکار 61 نشستوں کی واضح اکثریت حاصل نہیں ہو سکی۔ تل ابیب میں ہزاروں افراد نے مظاہرہ کر کے اپوزیشن رہنما گادی آئزن کوٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ عرب جماعتوں کے ساتھ تعاون کر کے مخلوط حکومت تشکیل دیں۔ دوسری جانب وزیرِاعظم بنجمن یاہو نے عرب جماعتوں کی کامیابی کو انتخابی دھاندلی قرار دیا ہے۔
- **ترکیہ: اردوان کا ٹرمپ سے علاقائی کشیدگی پر رابطہ:** امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سے ٹیلی فون پر گفتگو میں صدر اردوان نے بتایا کہ ترکیہ، سعودی عرب اور پاکستان کے ساتھ دفاعی اتحاد کے تحت آبنائے ہرمز اور یمن کے مسائل سفارتی ذرائع سے حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور روس، یوکرین کے درمیان جنگ ختم کرانے کے لیے بھی دونوں ممالک کے مابین سفارتی عمل کی بحالی میں تعاون کی پیشکش کی۔
- **شام: مکہ معاہدے میں شمولیت پر بات چیت:** وزیرِ خارجہ اسعد الشیبانی نے تصدیق کی ہے کہ مکہ مشترکہ دفاعی معاہدے میں شام کی شمولیت کے حوالے سے دمشق نے ابھی حتمی فیصلہ نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ شام میں بشارالاسد حکومت کے خاتمے کے بعد نصابِ تعلیم میں تبدیلیوں کے حوالے سے نئی بحث چھڑ گئی ہے۔ نئی مطبوعہ نصابی کتابوں میں تاریخی شخصیات کے حوالے سے تبدیلیاں سامنے آئی ہیں۔
- **بھارت: مسلمانوں کے خلاف تشدد میں اضافہ:** ریاست بہار میں ہندو تواعناصر نے مسجد پر حملہ کر کے نمازیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور املاک کی توڑ پھوڑ کی۔ امام مسجد کو ہراساں کرنے کے علاوہ مسجد کو بم سے اڑانے اور نمازیوں کو گولی مارنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ مدھیہ پردیش میں بجرنگ دل کے کارکنوں نے مسلمان تاجروں کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا، جبکہ زخمی تاجروں کو اسپتال میں بستر کے بجائے فرش پر لٹائے جانے کی اطلاعات آئی ہیں۔ گجرات کی ایک عدالت نے گائے ذبح کرنے کے مقدمے میں تین مسلمان شہریوں وسیم قریشی، محمد رفیق قریشی اور اشفاق قریشی کو عمر قید اور تین لاکھ بھارتی روپے جرمانے کی سزا سنائی۔
- **بنگلہ دیش: اجرت میں اضافے کے لیے ملک گیر احتجاج:** ڈھاکہ، غازی پور، میر پور اور اشولیا سمیت صنعتی علاقوں میں ہزاروں گارمنٹس ملازمین نے کم از کم ماہانہ اجرت 30 ہزار ٹکا مقرر کرنے کے مطالبے پر ملک گیر احتجاج شروع کر دیا ہے واضح رہے کہ اس وقت بیشتر کارکن تقریباً 13 ہزار ٹکا ماہانہ اجرت حاصل کر رہے ہیں۔
- **سوڈان: ڈرون حملہ کا معاملہ عالمی فورمز میں اُٹھانے کا اعلان:** سوڈان نے الزام عائد کیا ہے کہ ایتھوپیا اپنی سرزمین سے سوڈانی شہروں اور فوجی تنصیبات پر ڈرون حملوں کی اجازت دے رہا ہے۔ سوڈان نے ڈرونز کے ملبے، پروازوں کے ریکارڈ اور فوجی دستاویزات کو شواہد قرار دیتے ہوئے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل اور افریقی یونین کی امن و سلامتی کونسل میں شکایات درج کرانے کا اعلان کیا ہے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر



شاندار صفائی، اُجلی دھلائی

کم مقدار، زیادہ صفائی

منفرد اور دیرپا خوشبو

رنگوں کی حفاظت

کپڑوں کی حفاظت

جلد کی حفاظت

DELIVERY ALL OVER PAKISTAN

میرا با اعتماد انتخاب



شاندار صفائی

کم پیسے، زیادہ دھلائی

بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا

مہکتی خوشبو

JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.43

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS



Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road,
Karachi - 74200

+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313

info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com

your Health our Devotion